امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 27 مورخہ ۲۱؍ذی قعدہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۳؍جولائی ۲۰۲۰ء روز سوموار

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ آہ! حضرت مولانا شفیق عالم پورنویؒ
■ بہار میں اردو کے مسائل
■ قطب الاولیا حضرت خواجہ معین الدینؒ
■ موجودہ حالات اور مسلمانوں......
■ اسکول کے نصاب تعلیم میں تبدیلی
■ عبادت گاہوں کے تحفظ کا قانون
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، ملی سرگرمیاں

بین السطور

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

کرونا اور ہمارا تعلیمی نظام

ملک میں کرونا کا مرض بڑھتا جا رہا ہے، پورے ہندوستان میں سات لاکھ ترانوے ہزار آٹھ سو دو (۷۹۳۸۰۲) لوگ اس مرض کے شکار ہو چکے ہیں، اور جس وقت یہ تحریر آپ تک پہونچے گی، یہ تعداد آٹھ لاکھ سے بہت آگے بڑھ چکی ہوگی بہار میں تیرہ ہزار دو سو چہتر (۱۳۲۷۴) لوگ اس مرض میں مبتلا ہوئے، سو لوگوں نے اپنی جان گنوائی، آٹھ ہزار سات سو پینسٹھ (۸۷۶۵) لوگ ٹھیک بھی ہوئے ہیں، صحت یابی کے فی صد میں اضافہ کے باوجود مرض کا بڑھنا اور پھیلنا انتہائی تشویشناک ہے، جب مرض کا پھیلاؤ کم تھا تو ملک لاک ڈاؤن کے دور سے گذرا، اب مرض کا پھیلاؤ تیزی سے ہو رہا ہے تو سینما ہال اور تعلیمی اداروں کو چھوڑ کر سب کچھ کھل گیا ہے، سینما ہال کی تو ضرورت ہی نہیں ہے، جو لوگ دیکھنے کے عادی تھے ان کا کام چھوٹے پردے سے چل رہا ہے، ٹی وی اور وی سی آر کے ذریعہ وہ اپنا شوق پورا کر رہے ہیں، حکومت نے بھی ہندتوا کے فروغ کے لیے بعض پرانے سیریل رامائن وغیرہ کا دوبارہ نشریہ شروع کر دیا ہے۔

لیکن تعلیمی ادارے بند پڑے ہیں، اساتذہ کو اسکول اور دیگر تعلیمی اداروں میں حاضری درج کرنی ہوتی ہے، وہ جاتے ہیں، بیٹھ کر چلے آتے ہیں، ان کے جانے آنے کا کچھ حاصل نہیں ہے، سوائے اس کے کہ بیماری کے دور میں ان کی زندگی کو معرض خطر میں ڈالا جائے، بعض اساتذہ دور دراز سے سفر کر کے اسکول جاتے ہیں اور یہ پورا سفر خطرات سے گھرا ہوتا ہے، چیرمین مدرسہ بورڈ نے مدارس کے اساتذہ کو بھی حاضری کا پابند بنا رکھا ہے، بلکہ انہوں نے ایک قدم آگے بڑھ کر روز کی تصویریں بھیجنے کا بھی صدر مدرس کو مکلّف بنایا ہے، غیر ضروری آمد و رفت کی وجہ سے اساتذہ پریشان ہیں اور مدرسہ ہو یا اسکول، کام کچھ نہیں ہے، ابھی محکمہ نے طلبہ کے سروے اور جو بچے اسکول یا مدرسہ نہیں جا رہے ہیں، ان کے داخلہ کی ذمہ داری اساتذہ کو دی ہے، یہ ایک اور جوکھم بھرا کام ہے، عالمی تنظیم برائے صحت کے مطابق یہ مرض اختلاط سے ایک دوسرے میں منتقل ہوتا ہے، گھر گھر جا کر سروے میں وائرس کے منتقل ہونے کا امکان کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔

بچوں اور بوڑھوں میں یہ مرض جلد منتقل ہوتا ہے، اس لیے تعلیمی اداروں کے کلاس نہیں لگ رہے ہیں، بعض ادارے آن لائن کلاس چلا رہے ہیں، لیکن یہ صرف علامتی ہے، اس سے کلاس روم جیسا نہ تو تعلیمی ماحول بنتا ہے اور نہ ہی تعلیم صحیح ہو رہی ہے، اس کام کے لیے جن لوگوں کی خدمات لی جا رہی ہیں، ان میں سے چند کو چھوڑ کر انہیں تعلیم و تدریس کا تجربہ نہیں ہے، ایسے میں معلومات صحیح طریقے سے منتقل نہیں ہو رہی ہیں، انٹرنیٹ پر جو درس موجود ہے، اس کو دیکھ کر بآسانی اسے سمجھا جا سکتا ہے، بعض محاضرین کی تحریریں اتنی خراب ہیں کہ ان کے شاگردوں میں تسلسل کے ساتھ یہ خرابی منتقل ہو سکتی ہے۔

ان حالات میں ایک مقامی اخبار نے اس مسئلہ پر ملکی سروے کرایا، جس میں تہتر ہزار (۷۳۰۰۰) سے زیادہ لوگوں نے حصہ لیا، سروے میں پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) سے زیادہ مرد اور سترہ ہزار (۱۷۰۰۰) سے زیادہ عورتیں شریک ہوئیں، ان میں ترپن (۵۳) فیصد نے کہا کہ اسکول تو نہ کھلیں، البتہ ہر مضمون کی تعلیم الگ الگ اساتذہ کے ذریعہ پورے اسکول وقت میں نظام الاوقات کے مطابق دی جائے، چوالیس (۴۴) فیصد گارجین کی رائے تھی کہ صرف نویں دسویں کے کلاس کے لیے اسکول کھولے جائیں، کیوں کہ ان درجات میں طلبہ و طالبات بچپن کی عمر سے باہر نکل چکے ہوتے ہیں، بقیہ درجات آن لائن رکھے جائیں، اسکول کھلنے کی صورت میں چھپن (۵۶) فی صد گارجین چاہتے ہیں کہ ایسے کھیل بچوں کو کھلائے جائیں، جس میں سماجی فاصلے کی رعایت ہو سکتی ہو، ۷۱؍فی صد لوگ یونیورسٹی، کالج، کوچنگ کلاس کو اس وقت تک کھولنے کے حق میں نہیں، جب تک اس بیماری کا خاتمہ نہ ہو جائے، ۶۱؍فی صد گارجین تعلیمی ادارے کھلنے کے باوجود بچوں کو اسکول بھیجنے کے حق میں نہیں ہیں۔ (بقیہ صفحہ ۱۰؍پر)

چین کی توسیع پسند پالیسی

چین چاہے جو کہے، حقیقت یہ ہے کہ چین کا ستائیس (۲۷) ملکوں سے تنازعہ چل رہا ہے، اس نے چھ ملکوں پر اپنا قبضہ جما رکھا ہے، یا کم از کم اسے اپنا بتاتا ہے، ان چھ ملکوں میں مشرقی ترکستان، تبت، انزمنگولیا، تائیوان، ہانگ کانگ اور مکاؤ ہے، جس کا کل رقبہ ۴۱،۲۳،۷۰۹ کلومیٹر سے زیادہ ہے، یہ چین کے موجودہ رقبہ کا تقریبا تینتالیس فیصد ہے، دنیا کے ستائیس ملکوں نے چین کی اس توسیع پسندانہ پالیسی کے خلاف اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کمیشن میں جانے کا فیصلہ کیا ہے، امریکہ اور برطانیہ کی اپیل پر اس موضوع پر اقوام متحدہ میں غیر رسمی گفتگو ہو چکی ہے، لیکن بات ابھی آگے نہیں بڑھی ہے۔

موجودہ دور میں دوسرے ملکوں کی زمین کا ہڑپ کر لینا آسان نہیں ہے، اس لیے چین علاقہ میں اپنے اثرات بڑھانے کے لیے اپنی تجارت کی توسیع اور غریب ملکوں کو دیے گئے قرض کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرتا ہے، ایک رپورٹ کے مطابق چین نے جاپان کو تہتر ہزار کروڑ، پاکستان، ہانگ کانگ، تائیوان، سری لنکا میں ستائیس ستائیس (۲۷) ہزار کروڑ، فلپین میں ۱۴۱؍ہزار کروڑ ڈالر کی سرمایہ کاری کر رکھی ہے، اس کے عوض چین نے سری لنکا سے ہن بن ٹوٹا بندرگاہ ننانوے سال کے لیز پر لے لیا ہے، اس کے علاوہ سری لنکا کے ایئرپورٹ، کول پاور پلانٹ، اور کئی بڑے پروجکٹ میں اس نے سرمایہ لگا رکھا ہے، قرض کے عوض سود کی شرح چین کے ذریعہ اس قدر زیادہ ہے کہ سری لنکا کے لیے اس کا چکانا ممکن نہیں ہے، اس لیے چین اس کے بدلے وہاں کے کئی وسائل پر مالکانہ حق چاہتا ہے۔

یہی حال پاکستان کا ہے وہ پوری طرح چین کے قرض جال میں پھنس چکا ہے، چین پاکستان کے گوادر بندرگاہ سے سمندر کے راستے چین کے انجی یانگ تک پہونچنے کے لیے اکونومک کاری ڈور بنانا چاہتا ہے، یہ بڑا پروجکٹ ہے، چوبیس سو بیالیس (۲۴۴۲) کلومیٹر لمبے کاری ڈور کے ذریعہ چین کچا تیل، گیس اور دوسری چیزوں کی ٹرانسپورٹنگ پاکستان سے بآسانی کرنا چاہتا ہے، اس کے لیے چین پاکستان کو ۴۵،۳؍لاکھ کڑوڑ روپے دے گا، اس کی خواہش ہے کہ وہ پاکستان کے گوادر میں اپنے پانچ لاکھ شہریوں کے لیے ایک کالونی بھی بنائے۔

چین کے جنوبی سمندر کے حوالہ سے اس کا تنازعہ جاپان، ملیشیا، فلپائن سمیت نصف درجن ملکوں سے چل رہا ہے، آسیان کے کئی ملک بھی چین کی مخالفت میں ہیں۔ اس کی نظر اب کروبین، لیٹن امریکی ملکوں پر ہے، اس کی خواہش ہے کہ ان ملکوں میں وہ اپنے اثرات اس قدر بڑھا لے کہ امریکہ کی بالادستی یہاں سے ختم ہو سکے، ۲۰۱۰ء سے پہلے ان ملکوں میں چین کی سرمایہ کاری پینتیس (۳۵) ہزار کروڑ روپے کی تھی، لیکن گذشتہ دس سالوں میں یہ پانچ گنا بڑھ کر ۸۷۔۱؍لاکھ کروڑ کی ہوگئی ہے، اکانومک کمیشن فار لیٹن امریکہ اینڈ کروبین کے مطابق اس علاقہ میں پہلے پینسٹھ (۶۵) فی صد سرمایہ کاری امریکہ اور یورپی ممالک کی تھی، جس میں تنہا امریکہ کی سرمایہ کاری اٹھائیس (۲۸) فی صدی تھی، لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ گذشتہ تین سالوں میں اکیلے بیالیس (۴۲) فی صد سرمایہ کاری چین کر رہا ہے، اس وجہ سے امریکہ اور یورپی ممالک کا دبدبہ ان علاقوں میں کمزور پڑا ہے، چین نے قبضہ کر کے بعض علاقوں کو اپنے ملک میں شامل کرنے کی مہم تیز کر رکھی ہے۔

۲۰۰۵۔۱۰ء کے درمیان چین کی سرمایہ کاری انسٹھ ملکوں میں تھی، اس کے بعد مزید چھیاسٹھ (۶۶) ملکوں میں اس نے اپنا جال پھیلایا ہے، اس بحث میں چین کی ہندوستان میں سرمایہ کاری کا ذکر نہیں کیا گیا ہے، اس لیے کہ اس موضوع پر الگ سے نقیب کے اداریہ میں پہلے آچکا ہے۔

اس تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ چین توسیع پسندانہ نظریات کا حامل ہے وہ اپنی فوجی، معاشی طاقت اور اقوام متحدہ میں ویٹو کی سہولت کی وجہ سے بہت سے ملکوں میں بالواسطہ یا بلا واسطہ اپنی توسیع پسندانہ پالیسی پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کر رہا ہے، (بقیہ صفحہ ۱۰؍پر)

اچھی باتیں

”☆ تعلقات اکثر قصور سے نہیں، ذہن کے فتور سے خراب ہوتے ہیں ☆ موت جسم کو آتی ہے، کردار کو نہیں، اپنے کردار کو بہتر بناؤ، تاکہ تمہیں مرنے کے بعد بھی یاد رکھا جائے ☆ اچھا دوست وہ ہے جس کو دیکھ کر تمہیں اللہ یاد آئے، اس کی گفتگو سے تمہارے علم میں اضافہ ہو اور اس کا عمل دیکھ کر تمہیں آخرت کی طرف رغبت ہو ☆ بہترین انسان وہ ہے جس کے لیے کوئی روئے اور بدترین انسان وہ ہے جس کی وجہ سے کوئی روئے۔“ (منقول)

بلا تبصرہ

”ہم لوگ بنا سوچے سمجھے کسی بھی لفظ کا کثرت سے استعمال کرنے لگتے ہیں، جس میں ایک لفظ ”شہید“ بھی ہے، شہید کا مطلب ہے مذہب کے راستے پر چلتے ہوئے اور خدا کا کام کرتے ہوئے اپنی جان نچھاور کر دینا، کیا فوجیوں کے لیے یہ لفظ استعمال ہونا چاہیے؟ جو ملک کی خدمت کرتے ہوئے اپنی قربانی پیش کرتے ہیں، ہماری فوج ایک پیشہ ور فوج ہے، جو ملک، سماج اور قوم کی حفاظت کے لیے اپنی جان قربان کرتی ہے، اس لیے ان کے لیے صحیح لفظ ”بلی دانی“ ہے۔“ (سریتا پانڈے، ہندوستان ۴؍جولائی ۲۰۲۰ء)

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

چار اہم انعامات واحسانات

اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا، تمہاری صورت بنائی اور تمہیں اچھی صورت عطا فرمائی، ساتھ ہی تم کو پاکیزہ رزق سے نوازا، یہ ہے اللہ کی ذات جو تمہارا پروردگار ہے، بڑی بابرکت ہے اللہ کی ذات جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے (سورہ المومن ۶۴)

تشریح:۔ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو بے شمار نعمتوں سے نوازا، جس کا تقاضا ہے کہ بندہ اس پر اللہ کا شکر بجالائے اور اسی کے حضور سجدہ ریز رہے، اپنی حاجتوں میں اسی کو پکارے اور اسی سے التجا کرے،، چنانچہ مذکورہ آیت میں اللہ تعالی نے چند نعمتوں کو شمار کر کے اپنے بندوں کو دعوت فکر دی تا کہ وہ اپنے خالق کو پہچانے اور اس کی بندگی اختیار کرے، اسی دعوت فکر کیلئے یہاں چار اہم انعامات واحسانات کا ذکر فرمایا۔ اول یہ کہ زمین کو تمہارے لیے مستقر اور مسکن بنایا، جس پر انسان چلتا پھرتا ہے اور زمین کی پیداوار سے رزق حاصل کرتا ہے، اس طرح زمین ساری نعمتوں کے کبھی نہ ختم ہونے والے خزانے اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ دوم انعام یہ فرمایا کہ آسمان کو بطور چھت عمارت بنایا جو نہ کبھی پھٹتا ہے اور نہ اس کا کوئی حصہ ٹوٹ کر انسانوں کے سروں پر گرتا ہے، یہ سب ہمارے لئے اللہ کی عظیم نعمتیں ہیں۔ تیسرا انعام یہ فرمایا کہ اللہ نے ہماری صورت گری عمدہ طریقے سے کی، جسم کے مختلف اعضاء کو کام کرنے کے لحاظ سے بھی سب سے بہتر بنائی ہے، دوسرے جانوروں کو دیکھئے وہ کھڑے نہیں ہو سکتے، ان کو اپنا منہ زمین پر رکھ کر کھڑا ہونا پڑتا ہے، وہ اپنا ہاتھ اپنے پشت کی طرف نہیں لے جاسکتے، بہت سے جانور گردن موڑ کر پیچھے کی طرف دیکھ نہیں سکتے، دوسرے جانوروں کو انسان کی طرح زمین یا تخت یا سواری پر بیٹھنا میسر نہیں ہے، ان کی زبانوں میں آواز تو پیدا ہوتی ہے لیکن الفاظ پیدا نہیں ہوتے، انسان کی آواز الفاظ کو شامل ہوتی ہے، دوسرے حیوانات کی آواز نغمگی سے محروم ہوتی ہے اور انسان کی آواز بھی حسن کا جادو جگاتی ہے، اس لیے انسان نہ صرف اپنی پرکشش صوت کی وجہ سے بلکہ اپنے مخصوص بناوٹ وسجاوٹ کے اعتبار سے بھی اللہ کی تمام مخلوقات میں شاہکار کا درجہ رکھتا ہے۔

اور چوتھا انعام یہ ذکر فرمایا کہ اللہ نے پاکیزہ اور لذیذ غذائیں عطا فرمائیں، جس کا ہمیں کما حقہ استحضار اور دھیان نہیں رہتا، اگر ہم اللہ کی ان نعمتوں پر غور وفکر کریں تو اس سے اللہ کی معرفت نصیب ہوگی اور دل میں اس کی محبت اور اس کی عبادت کا شوق پیدا ہوگا، اس لئے آگے فرمایا ذلکم اللہ ربکم فتبارک اللہ احسن الخالقین کہ ان احسانات وانعامات کا دھیان کر کے تمہیں اس نتیجے پر پہنچ جانا چاہیے کہ یہی اللہ جس کے یہ انعامات ہیں، ہمارا رب ہے، بڑی برکتوں والا ہے، اور رب العالمین ہے، سب کا خالق و پروردگار ہے۔

یہ وہی زمانہ تو نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت سے پہلے ایسے دن آئیں گے کہ جہالت عام ہو جائے گی اور نیک اعمال گھٹ جائیں گے، بخیلی دلوں میں سما جائے گی اور فتنے وفساد پھوٹ پڑیں گے اور ہرج بہت ہوگا، صحابہ نے پوچھا کہ ہرج کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قتل وغارت گری بڑھ جائے گی (بخاری شریف)

وضاحت:۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت سے پہلے قیامت کی کچھ ایسی علامتیں بتلائیں کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے قیامت تک سارا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے واضح تصویروں کی طرح ایک کے بعد ایک آنے والے وقت کو آپ کے سامنے کر دیا ہو اور آپ نے ایک ایک تبدیلی اور فتنے کو امت کے سامنے دہرایا اور اس سے بچنے کی تاکید کی، جو آج ٹھیک ٹھیک سامنے آرہا ہے، ذرا اپنے گرد و پیش کے ماحول کا جائزہ لیجیے کہ حدیث پاک میں قرب قیامت کی جن جن علامتوں کو بیان فرمایا گیا آج ہماری معاشرتی زندگی ان حالات سے دوچار نہیں ہے؟ اخبارات ورسائل اٹھا کر دیکھ لیجیے کہ ہلاکت خیزی، خونریزی اور قتل وغارت گری کی وبا پورے معاشرے میں کس قدر پھیل چکی ہے، ذات پات، رنگ ونسل اور خاندانی جھگڑے سے لوگ تباہ ہو رہے ہیں، گروہی عصبیت اور ظلم وتشدد کے زہریلے پودے جنم لے رہے ہیں، دوسری طرف فرقہ پرستی کی آگ کو بھڑکانے میں کچھ فسطائی طاقتیں سرگرم ہیں، موقع ملتے ہی بے گناہ انسانوں کو موت کی نیند سلا دینے میں دیر نہیں کرتے، ظلم وستم کا یہ واقعہ ایک معمول سا واقعہ بن کر رہ گیا ہے، ان حالات میں انسانیت کے دعویداروں کو اپنی گردن شرم سے جھکا دینی چاہیے کہ مذہب بیزاری اور خوف خدا سے لوگوں کا دل کس قدر خالی ہوتا جا رہا ہے اور اس کی جگہ خدا فراموشی اور مادہ پرستی، تن آسانی اور حرص و ہوس کی وبا پھیلتی جا رہی ہے اور تندرست سے تندرست جسم کو بھی شکار کرتی جا رہی ہے، انسان بظاہر بہت صاف نظر آرہا ہے، مگر باطن میں غلاظت بھری ہوئی ہے، فتنہ وفساد کی کثرت سے سنجیدہ اور شریف انسان کے لیے زندگی گزارنا مشکل ہو گیا ہے۔

اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کے اندر انسانی شعور کو بیدار کیا جائے، احترام انسانیت کا سبق پڑھایا جائے، اگر ظلم تشدد پھیلانے والے اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں تو اپنی دفاعی قوت کو بروئے کار لائیں، کیوں کہ اگر ظالموں کے اندر یہ خوف پیدا ہو جائے کہ ہم کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے تو اپنے کرتوتوں سے باز آسکتے ہیں، اس لئے ظالم کو ظلم سے روکنے کی ہر ممکن جدو جہد کرنی چاہئے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

قربانی کس پر ہے

قربانی کے وجوب کے لیے کیا نصاب ہے؟ کن لوگوں پر واجب ہے؟

الجـــــواب وباللّٰہ التـــــــوفیق

ہر ایسا عاقل وبالغ مقیم مسلمان مرد وعورت جس کے پاس بنیادی ضروریات مثلاً رہائشی مکان، استعمال کے فرنیچر، برتن، لباس اور سواری وغیرہ سے زائد اور قرض سے فاضل ساڑھے باون تولہ (۶۱۲؍گرام، ۳۶۰؍ملی گرام) چاندی، یا ساڑھے سات تولہ (۸۷؍گرام ۴۸۰؍ملی گرام) سونا، یا ان میں سے کسی ایک کے بقدر کوئی دوسری مالیت ایام قربانی میں موجود ہو، تو وہ مالک نصاب ہے، اس پر قربانی واجب ہے۔ "و منها (ای من شرائط وجوب الأضحية) الغنى ...... وهو أن يكون فى ملكه مائتا درهم أو عشرون ديناراً أو شئٌ تبلغ قيمته ذالك سوى مسكنه و ما يتأثث به و كسوته وخادمه وفرسه وسلاحه ومالا يستغنى عنه و هو نصاب صدقة الفطر ......و جميع ما ذكرنا من الشروط يستوى فيها الرجل و المرأة لأن الدلائل لا تفصل بينهما." (بدائع الصنائع: ۵/ ۱۹۷-۱۹۶)

کاشت کی زمین نصاب میں شامل ہے یا نہیں

بکر کے پاس کاشت کی کچھ زمین ہے، جس سے پیداوار حاصل کرتا ہے، اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

الجـــــواب وباللّٰہ التـــــــوفیق

کاشت کی زمین سے پیداوار اتنی حاصل ہو جائے جو صاحب زمین اور اس کے اہل وعیال کے سالانہ خرچ کے لیے کافی ہو اور اس کے علاوہ مقدار نصاب غلہ بچ جائے تو ایسی صورت میں قربانی واجب ہوگی، ورنہ نہیں۔ اس لیے کہ کاشت کی زمین کے نصاب میں شامل ہونے اور وجوب قربانی کے لیے ضروری ہے کہ سال بھر کے خرچ کے علاوہ مقدار نصاب غلہ موجود ہو۔ "إذا كان له عقار يستغله تلزمه الأضحية إذا دخل منه قوت عامه و زاد معه النصاب." (كتاب الفقه على المذاهب الاربعة: ۱/ ۷۱۶)

مقدار نصاب زیورات ہوں تو وجوب قربانی

میری لڑکی بالغہ ہے، اس کو شادی کے موقع پر دینے کے لیے ہم نے کچھ زیورات بنوا رکھے ہیں، جو مقدار نصاب ہیں، کیا میری لڑکی پر قربانی واجب ہوگی؟

الجـــــواب وباللّٰہ التـــــــوفیق

صورت مسئولہ میں جب کہ زیورات مقدار نصاب ہیں اور آپ نے ان زیورات کا مالک لڑکی کو بنا دیا ہے، تو قربانی لڑکی پر واجب ہوگی، اور اگر لڑکی کو ابھی مالک نہیں بنایا ہے، بلکہ خود ہی مالک ہیں تو ایسی صورت میں قربانی آپ پر واجب ہوگی۔ "الأضحية واجبة على كل حر مسلم مقيم موسر فى يوم الاضحى عن نفسه" (الهدايه: ۳/ ۴۴۳)

نابالغہ لڑکی مالک نصاب ہو تو قربانی کا حکم

میں نے لڑکی کی پیدائش کے بعد ہی زیورات بنوا کر رکھ دیا اور اس کے نام سے اکاؤنٹ کھلوا کر رقم جمع کرنا شروع کر دیا تا کہ اس کی شادی میں کام آئے، لڑکی ابھی نابالغ ہے، لیکن مالک نصاب ہے، ایسی صورت میں کیا اس پر زکوٰۃ وقربانی واجب ہے؟

الجـــــواب وباللّٰہ التـــــــوفیق

صورت مسئولہ میں لڑکی مالک نصاب ہے، لیکن جب تک وہ نابالغہ ہے اس پر زکوٰۃ وقربانی واجب نہیں ہے، بالغہ ہونے کے بعد زکوٰۃ بھی دینی ہوگی اور قربانی بھی کرنی ہوگی۔ "و لو كان للصبى مال فالأصح أنها لا تجب فى ماله بالإجماع." (الفقه الحنفى وادلته: ۳/ ۲۱۴)

مشترک فیملی ہو تو قربانی کا حکم

چار بھائیوں کی ایک جوائنٹ فیملی ہے، سب کا کاروبار اور آمدنی کا حساب الگ الگ ہے، لیکن کھانا پینا، چولھا چوکی مشترک ہے، ایسی صورت میں کیا ایک قربانی سب کی طرف سے کافی ہو جائے گی یا ہر ایک کو الگ الگ کرنی ہوگی، جبکہ ہر ایک مالک نصاب ہے؟

الجـــــواب وباللّٰہ التـــــــوفیق

گھر میں جتنے بھی لوگ مالک نصاب ہیں، خواہ مرد ہوں یا عورت، ہر ایک پر قربانی واجب ہے، لہٰذا سب کو اپنی طرف سے قربانی کرنی ہوگی، ایک ہی قربانی گھر بھر کی طرف سے کافی نہیں ہوگی۔ "الأضحية واجبة على كل حر مسلم مقيم موسر فى يوم الأضحىٰ عن نفسه". (الهدايه: ۳/ ۴۴۳)

مشترک کاروبار ہو تو قربانی کس پر ہے

ایک دکان چار بھائیوں کو وراثت میں ملی، چاروں نے مشترک طور پر اس دکان میں کام کرنا اور اس کو بڑھانا شروع کیا، چاروں کا کھانا پینا، رہنا سہنا ایک ساتھ ہے اور گھر کے سارے اخراجات مشترکہ طور پر اسی دکان سے پورے ہوتے ہیں، دکان کی آمدنی ایک جگہ جمع ہوتی ہے، ایسی صورت میں قربانی کس کے ذمہ ہے؟

الجـــــواب وباللّٰہ التـــــــوفیق

صورت مسئولہ میں مذکورہ کاروبار کی مالیت اور اس کی آمدنی کو اگر چار حصوں پر تقسیم کیا جائے اور ہر بھائی کا حصہ مقدار نصاب کو پہونچ جائے تو ایسی صورت میں چاروں بھائیوں پر شرعاً قربانی واجب ہوگی۔ "و شرط وجوبها اليسار عند أصحابنا رحمهم اللّٰه و الموسر فى ظاهر الرواية من له مائتا درهم أو عشرون ديناراً أو شئي يبلغ ذالك" (الفتاوىٰ التاتار خانيه؛ كتاب الأضحية: ۱۷/ ۴۰۵) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 27 مورخہ ۲۱؍ذی قعدہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۳؍جولائی ۲۰۲۰ء روز سوموار

وکاس دوبے: منظر پس منظر

ماضی قریب تک لوگوں میں خاکی وردی کا رعب اور خوف دونوں طاری تھا، دیہاتوں میں کسی کے دروازے پولیس پہونچ جاتی تو لوگوں کی نظر میں وہ شخص حقیر ہو جاتا، کئی لوگ پولیس کو دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوتے تھے، ٹریفک پولیس اور گشت کرنے والے محافظ دستوں سے بھی خوف کا یہی عالم تھا، لیکن ٹریفک پولیس دس بیس روپے ڈرائیوروں سے چوراہے پر کھڑے ہو کر وصولنے لگی، گشتی پولیس والے بھی مجرموں سے روپے وصول کر مست رہنے لگے، تھانہ بکنے لگا اور پولیس کا عملہ بدعنوانی میں گلے گلے تک ڈوب گیا تو خاکی وردی سے لوگ گھبرانے کے بجائے ان سے قریب ہوگیے اور بڑے بڑے جرم کر کے مجرم آزادانہ گھومنے لگے، کیوں کہ مثل مشہور ہے ''سیاں بھئے کوتوال اب ڈر کاہے کا''۔

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ گاؤں، قصبوں اور محلوں میں تھانہ کے دلال موجود ہیں، جو بڑے سے بڑے مجرم کو رشوت دے کر چھڑانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، مظلوم دیکھتا رہ جاتا ہے، پولیس روپے کی اُگاہی کے لیے بے قصوروں پر مقدمہ درج کرنے سے بھی نہیں چوکتی، اس حالت سے بچنے کے لیے بے قصوروں کو بہت کچھ غیر قانونی کرنا پڑتا ہے، جس میں ایک رشوت بھی ہے، تب گلو خلاصی ہوتی ہے، فسادات وغیرہ کے موقعوں سے پولیس دنگائیوں کی پشت پناہ بن جاتی ہے، اسے ملکی مفاد کا سودا کرنے سے بھی گریز نہیں ہوتا۔ جنوری ۲۰۲۰ء میں ڈی اس پی دویندر سنگھ کی گرفتاری کا واقعہ قارئین کو یاد ہی ہوگا، جو دہشت گردوں کے ساتھ مل کر کام کرتا تھا، اس قسم کے بہت سارے واقعات ہیں، جس نے مجرموں کے لیے خاکی وردی کا خوف ختم کر دیا، دوسری طرف پولیس نے ملزموں کا فرضی انکاؤنٹر شروع کر دیا، جس کی وجہ سے اب چارج شٹ، مقدمہ اور عدالت کی نوبت ہی نہیں آتی ہے۔ ایسے میں مجرم بے خوف ہوگیے، انہیں اطمینان رہا کہ ہم رشوت دے کر یا سیاسی دباؤ کے ذریعہ بچ جائیں گے، دوسرے وہ گرفتار ہونے سے آخری حد تک اس لیے بھی بچنے لگے کہ کہیں پولیس جنگل میں لے جا کر ان کا اِن کاؤنٹر نہ کر دے۔

کان پور میں وکاس دوبے کے ذریعہ ۳؍جولائی کو یوپی پولیس کے آٹھ جوانوں کے ان کاؤنٹر کے پیچھے یہی کہانی ہے، وکاس دوبے نامی مجرم تھا، ایک سو پچاس (۱۵۰) سے زیادہ مقدمات اس پر درج تھے، ایک واقعہ میں اس نے بی جے پی کے ریاستی وزیر کے درجہ کے سنتوش شکلا کا قتل تھانہ میں ہی کر دیا تھا؛ تیس پولیس والے اس کے چشم دید گواہ تھے، لیکن انہوں نے اس کے خلاف گواہی دینے سے انکار کر دیا اس لئے وہ صاف بچ گیا تھا، اور مکافات عمل سے دور تھا، اس کے تعلقات بڑے قد آور سیاسی لوگوں سے تھے، اس کے یہاں تمام سیاسی جماعتوں کے لیڈران کا آنا جانا تھا، اور تھانہ کو ہی اس نے مخبر بنا رکھا تھا، اس لیے جب بھی اس کی گرفتاری کے لیے کوئی دستہ اس کی رہائش گاہ پر پہونچتا، اس کی خبر تھانہ میں موجود اس کے مخبرین پہلے ہی دے دیتے تھے، اس صورت حال سے وہ اس قدر مطمئن تھا کہ اس نے پولیس کے بڑے افسران کو اس واقعہ سے نو گھنٹہ پہلے ہی متنبہ کر دیا تھا کہ اب کہ پولیس آئی تو اتنی لاشیں گریں گی کہ ان کو اٹھانے کے لیے کاندھے نہیں ملیں گے۔

تین تھانوں کی پولیس نے مل کر ایک قتل کے معاملہ میں وکاس دوبے کو گرفتار کرنے کے لیے مہم تیار کی، جس کی اطلاع چوبے پور تھانہ کے پولیس افسر ونے تیواری اور دو کانسٹیبل نے کئی گھنٹے قبل ہی اسے دیدی، اس نے تیس (۳۰) شوٹر کو بلایا اور جے سی بی لگا کر پولیس کا راستہ روکا اور تابڑ توڑ گولیاں برسائیں، جس سے یہ افسوسناک واقعہ رونما ہوا، اس واقعہ میں سی او، دیوندر مشرا، اس او، شیوواج پور مہیش چندر یادو، چوکی انچارج مندھنا انوپ کمار سنگھ، سب انسپکٹر نیبو لال، سپاہی سلطان سنگھ، جتندر پال، ببلو کمار اور راہل کمار نے موقع پر ہی دم توڑ دیا۔ پولیس اس قدر اس حملے سے دم بخود ہوئی کہ وکاس دوبے اس کی گرفت سے بھاگ نکلا، دس ہزار یوپی پولس پانچ لاکھ روپے انعام کا اعلان کر کے اس کی تلاش میں سرگرداں تھی، اور وہ اطمینان سے نوئیڈا، فرید آباد گھومتا رہا، بارہ گھنٹہ سفر کر کے مہاکالی مندر اجین پہونچا، اپنے اصلی نام سے مندر میں داخلے کی پرچی کٹوائی، پریس والوں کو فون کیا، دو وکیلوں سے رابطہ میں رہا اور مندر کے خادموں کو بتایا کہ میں وکاس دوبے کان پور والا ہوں، اس طرح اس نے مہاکالی مندر میں خود سپردگی کی تاکہ پولیس اس کا ان کاؤنٹر نہ کر دے، سارا کچھ منصوبہ بند تھا، ساتویں دن یہ ڈرامہ اختتام کو پہونچا، ان سات دنوں میں پولیس نے اس کے پانچ گرگے مار گرائے جو بعد میں ان کے ہتھے چڑھے، جو لوگ ان کاؤنٹر میں بعد میں مار ڈالے گیے ان میں وکاس دوبے کا ماموں پریم پرکاش پانڈے اور وکاس کا چچیرا بھائی انل دوبے بھی شامل ہے، خود سپردگی کے بعد یوپی پولیس اس کو لے کر کانپور جا رہی تھی کہ راستے میں بارہ گاڑیوں میں سے صرف وہ گاڑی پلٹی جس پر وکاس دوبے سوار تھا، اس نے بھاگنے کی کوشش کی تو پولیس نے اس کے سینے میں گولی مار کر اسے ہلاک کر دیا، اس طرح خوفناک دہشت گرد کا خاتمہ ہوگیا، لیکن جن سیاسی لوگوں نے اسے پروان چڑھایا تھا اس کی تفصیلات اس کے ساتھ ہی دفن ہوگئی، پولیس پر حملہ کا یہ پہلا واقعہ نہیں ہے، کچھ دن قبل ہی ایک پولیس کا ہاتھ پٹیالہ میں کچھ لوگوں نے کاٹ کر پھینک دیا تھا، قصور یہ تھا کہ اس نے لاک ڈاؤن پر عمل آوری کے لیے سبزی منڈی میں لوگوں کو گھسنے نہیں دیا تھا، ہریانہ کے سونی پت میں بھی دو پولیس پر حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ مجرموں نے اتار دیا تھا، اور یہ حادثہ پولیس چوکی کے قریب ہی وقوع پذیر ہوا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پولیس کا خوف لوگوں کے دلوں سے نکل سا گیا ہے، وکاس دوبے معاملہ میں پولیس نے اپنا خوف طاری کرنے کے لیے اس کے مکان پر بلڈوزر چلا دیا، اس کی موٹر سائیکل اور گاڑیوں کو توڑ مروڑ کر رکھ دیا، میں سمجھتا ہوں کہ وکاس دوبے کے ذریعہ پولیس والوں کا قتل انتہائی افسوسناک معاملہ ہے، اس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے، لیکن اس کے مکان کو منہدم کرنے کا اختیار کس قانون نے پولیس والوں کو دے دیا مجھے نہیں معلوم، گاڑیاں ضبط کی جا سکتی تھیں، قانونی کاروائی کے بعد قرقی ضبطی بھی کیا جا سکتا تھا، باخبر ذرائع کا کہنا ہے کہ مکان منہدم کرنے کے پیچھے جو عوامل کارفرما رہے، اس میں سے ایک یہ تھا کہ بی جے پی اور آر اس اس کے لیڈران سے وکاس کے تعلق کا کوئی ثبوت وہاں سے میڈیا والوں کو نہ ملے، اس کے باوجود آئی اس افسر کی ایک کار وہاں میڈیا والوں کو نظر آ ہی گئی، جس کا نمبر UP32 BG0156 ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وکاس کے ہاتھ کس قدر لمبے تھے، کہا جا رہا ہے کہ یہ غیر قانونی تعمیر تھی، اگر ایسا ہے تو بھی غیر قانونی قبضہ ہٹانے کے لیے قانون موجود ہے اور اس کو خالی کرانے کے طور طریقے معروف و مشہور ہیں، اس لیے ساری مذمت کے باوجود پولیس کے اس عمل کی حمایت نہیں کی جا سکتی۔

اس معاملہ کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اس حملہ میں موت کی نیند سو جانے والے سرکل افسر دیوندر مشرا نے پولیس کپتان ڈی آئی انت تیواری کو ۱۳؍مارچ کو ہی تھانہ انچارج اور وکاس دوبے کے مشکوک کردار کے بارے میں آگاہ کر دیا تھا اطلاعات یہ بھی ہیں کہ گاؤں کی بجلی کاٹنے کے لیے لائن مین کو تھانہ انچارج نے ہی فون کیا تھا۔

اس پورے واقعہ میں اگر کسی مسلمان کا نام غلطی سے بھی آ جاتا تو میڈیا والے تل کا تاڑ بنا دیتے، پتہ نہیں کس کس تنظیموں سے اس کا نام جوڑ دیا جاتا، لیکن اس معاملہ میں سبھی ایک ہی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، اس لیے واقعہ کے دن میڈیا والے خاموش ہی رہے، انہیں وزیر اعظم کے دورہ لیہ کی رپورٹنگ اور مباحثے سے ہی فرصت نہیں تھی، اگلے دن اس خبر کی طرف ان کی توجہ گئی اور ہلکی پھلکی بحث شروع ہوئی، لیکن وکاس کو اس سے کیا فرق پڑتا تھا، وہ ہمیشہ سرکاری اہل کاروں اور سیاسی لیڈروں کی چھتر چھایہ میں رہا تھا اور بیس سال سے یوپی حکومت میں جو بھی رہا، اس کے لیے ڈھال بنا رہا اس لیے وہ جرائم کی دنیا کا بے تاج بادشاہ بنتا چلا گیا اور حکمراں طبقے نے مختلف موقعوں سے اسے استعمال کیا، اس کے خیر خواہ ہر جگہ بیٹھے ہوئے تھے، اس لئے اتنے دنوں وہ پولیس کا چکمہ دینے میں کامیاب رہا۔

وزیر اعظم کا دورہ لیہ

وزیر اعظم نریندر مودی ۳؍جولائی کو اچانک لیہہ پہونچ گیے، وہاں سے وہ سندھو ندی کے کنارے گیارہ ہزار فٹ کی اونچائی پر واقع ''نیمو'' جا کر جوانوں سے ملے، ان کا حوصلہ بڑھایا اور اپنے اندران سے مل کر توانائی حاصل کرنے کی بات کہی، اس سے قبل اسی تاریخ میں وزیر دفاع راج ناتھ سنگھ کا دورہ وہاں کا طے تھا، لیکن وزیر اعظم نے ان کے دورہ کو ملتوی کرا کر خود جانے کا فیصلہ لیا، وہ اپنے ساتھ سی ڈی اس، وپن راوت اور فوج کے سربراہ کو بھی لے گیے، لیکن وزیر دفاع کو انہوں نے امیت شاہ کی جگہ پر روس بھیج دیا، اس الٹ پلٹ پروگرام سے ایک تو یہ بات سامنے آئی کہ وزیر اعظم اپنے سامنے کسی کو خاطر میں نہیں لاتے اور جو سمجھ میں آتا ہے کر گذرتے ہیں، دوسرے بعض ایسے اقدام کرتے رہتے ہیں، جس سے سامنے والا اپنے کو بَو نا محسوس کرتا رہے، امیت شاہ کی جگہ وزیر دفاع کو روس بھیج کر انہوں نے یہی پیغام دینا چاہا ہے کہ امیت شاہ کے ساتھ ان کی تصویریں ضرور چھپتی ہیں، لیکن وہ وزیر اعظم کے قد وقامت کے آدمی نہیں ہیں۔

یہ تو پارٹی کی اندرونی سیاست کی بات تھی، جہاں تک اس دورہ کے مضمرات کا معاملہ ہے وہ بالکل واضح ہے کہ وہ چین کو کھلا پیغام دینا چاہتے تھے کہ پورا ملک اس وقت فوج کے شانہ بشانہ ہے، اور ہماری تیاری اسپتال سے لے کر محاذ تک مکمل ہے، ہم دشمنوں کے چھکے چھڑانے کی صلاحیت رکھتے ہیں، وزیر اعظم نے وہاں سے اپنے خطاب میں چین کو بغیر نام لیے جو پیغام دیا وہ بھی بہت اہم ہے کہ اب توسیع پسندی کا زمانہ نہیں رہا، اب ملک ترقیات کے حوالہ سے جانا پہچانا جاتا ہے، توسیع پسندی کی سنک جب بھی کسی پر سوار ہوئی ہے تو اس نے عالمی امن کے لیے خطرہ پیدا کر دیا ہے، لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ایسی طاقتیں مٹ گئی ہیں یا مٹنے پر مجبور ہوگئی ہیں، وزیر اعظم کی باتیں سو فیصد صحیح ہیں، چین نے بھی فوراً ہی اس کا نوٹس لیا اور اس کی طرف سے جواب آیا کہ ہمیں توسیع پسند کہنا غلط ہے، ہم نے چودہ ملکوں میں سے بارہ سے سرحدی تنازعہ کو حل کر لیا ہے، اگر ہم توسیع پسند ذہن کے ساتھ کام کرتے تو یہ سرحدی تنازعہ کیوں کر حل ہوتا، حالاں کہ یہ جوابی بیان حقیقت سے بہت دور ہے، چین کی توسیع پسند پالیسی کے سلسلہ میں چینی رہنما ماؤزے تنگ کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ ''دشمن کی زمین میں دس کیلو میٹر اندر گھس جاؤ پھر قیام امن کے نام پر دو کیلو میٹر پیچھے ہٹ جاؤ، اس طرح تم امن کے پیامبر بھی کہلاؤ گے اور آٹھ کیلو میٹر کے فائدے میں بھی رہو گے۔''

وزیر اعظم ملکی سرحد سے ایک سو پچاس کلو میٹر پہلے تک گیے اور وہیں سے یہ خطاب کیا، انہوں نے چینی حملہ میں موت کی نیند سو جانے والے بہادر جوانوں کی تصویروں پر پھول چڑھا کر انہیں خراج عقیدت بھی پیش کیا۔

ہندوستان نے چین کے کس بل توڑنے کے لیے جو اقدامات کیے ہیں، ان میں وزیر اعظم کا دورہ ایک بڑا اقدام مانا جا رہا ہے، اس سے قبل ہندوستان نے ۵۹؍چینی ایپس پر پابندی لگا دی تھی، جس کے بارے میں چین کی بڑی انٹرنیٹ کمپنی بائٹ ڈانس نے ایک اندازہ میں بتایا کہ اس پابندی سے اسے چھ ارب ڈالر کا نقصان ہوا ہے، خبر یہ ہے کہ اس دورہ کے اڑتالیس گھنٹہ بعد ہی چین ہندوستانی زمین سے پیچھے ہٹنے لگا ہے اور تدریجا وہ منصوبہ بند انداز میں پیچھے ہٹتا رہے گا۔

یادوں کے چراغ

آہ! حضرت مولانا شفیق عالم قاسمی پورنوی

مفتی محمد سہراب ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ

میانہ قد، سڈول جسم، سانوالا رنگ، سفید گھنی داڑھی، سر پر جالی دار گول ٹوپی، نہ عمامہ نہ دستار، بس کرتا پر ایک موسمی صدری، چہرہ بارعب، ہمت وحوصلہ میں کوہ ہمالہ، چشم وابرو میں ذہانت وذکاوت کی جھلک، انداز عمل میں سختی ونرمی کا امتزاج، طبیعت میں سنجیدگی بھی اور ظرافت بھی، بڑوں کے اکرام اور چھوٹوں کی دلداری میں اپنی مثال آپ؛ یہ اس مشہور عالم دین کے سراپا کی ایک جھلک ہے، جن کو ہم سب حضرت مولانا شفیق عالم پورنوی کے نام سے جانتے ہیں ـ مولانا موصوف لاک ڈاؤن کے درمیان رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ کی ۲۴؍تاریخ کو دن کے ۱۱؍بجے اللہ کو پیارے ہوگئے، عمر ۸۷؍سال تھی، کئی مہینوں سے علیل تھے۔ جنازہ کی نماز بعد نماز مغرب آپ کے داماد مولانا شمشیر قاسمی صاحب نے پڑھائی اور گاؤں کے ہی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، لاک ڈاؤن کی وجہ سے بہت سارے محبین و متعلقین چاہ کر بھی جنازہ میں شرکت نہیں کر سکے، مگر اس پر افسوس کیوں کیا جائے؟ جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی حیثیت تو ایک سفارشی کی ہوتی ہے، اور سفارش مغفرت اور جنت کی، کی جاتی ہے، لیکن دنیوی لاک ڈاؤن کے ساتھ رمضان کی وجہ سے جہنم بھی لاک ڈاؤن ہو تو سفارشی کم ہوں یا زیادہ، ٹھکانہ تو یقیناً جنت ہی قرار پائے گا۔ خاص طور پر وہ بندہ جس نے زندگی کا بڑا حصہ دین وملت کی خدمت میں گذارا ہو اور سخت علالت کے باوجود ۱۹؍رمضان تک نماز وروزہ کا پابند رہا ہو، امید قوی ہے کہ ان کا استقبال ''ادخلوھا بسلام آمنین'' کے مژدہ ہی سے ہوگا۔

مولانا مرحوم ایک جید، باوقار اور خدمت گذار عالم دین تھے، انہوں نے ۱۹۳۴ء میں ضلع پورنیہ کے کرتیا نندنگر بلاک میں واقع ''بھوکراہا'' گاؤں میں زندگی کی آنکھ کھولی، ان کا گھرانہ ایک خوشحال اور دیندار گھرانہ تھا، ان کے والد جناب سعید رحمانی صاحب سچ مچ سراپا سعید اور نہایت ہی دیندار مسلمان تھے، قطب عالم حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ سے انہیں بیعت کا شرف حاصل تھا۔ شیخ کامل کی تربیت نے ان کی دینداری کو ایسا چمکا یا تھا کہ ہر عمل میں دینداری جھلکتی تھی، حال یہ تھا کہ ان کے گھر کوئی تقریب ہوتی تو نمازیوں کو تلاش کر کے دعوت دیتے اور بے نمازیوں کو دعوت دینے میں سخت کدورت محسوس کرتے۔ اس دیندار والد نے اپنے مزاج اور شوق کے مطابق اس ہونہار فرزند کو دینی تعلیم دلانے اور عالم دین بنانے کا فیصلہ کیا، ابتدائی تعلیم گاؤں کے دینی مکتب میں دلوائی، متوسطات تک کی تعلیم کے لیے پہلے مدرسہ تنظیمیہ باراعیدگاہ پورنیہ اور پھر جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر میں داخلہ کروایا۔ تعلیم کی تکمیل ازہر ہند دارالعلوم دیوبند میں ہوئی، فراغت کے بعد مفکر ملت، شیخ طریقت، امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ رحمانی نوراللہ مرقدہ کی نظر عنایت ہوئی اور جامعہ رحمانی مونگیر میں بحیثیت نائب ناظم اور استاذ علیا خدمت کا موقع مل گیا۔

اللہ نے آپ کو علمی پختگی کے ساتھ نظم وانتظام کی بھی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا تھا، جو کام آپ کے سپرد ہوتا، پوری محنت اور لگن کے ساتھ انجام دیتے، جامعہ رحمانی میں ایک طرف آپ اندرونی نظم وانتظام کو دیکھتے، ہدایہ نور الانوار اور اصول الشاشی جیسی کتابوں کا سبق پڑھاتے اور دوسری طرف تعمیر وترقی کے لیے علاقے در علاقے کے دورے بھی کرتے۔ اس طرح آپ نے مسلسل ۲۲؍سال تک جامعہ رحمانی مونگیر میں اپنی خدمات کے نقوش ثبت کیے، پھر اپنے علاقے میں دینی تعلیم کی خدمت کا جذبہ لے کر وطن واپس آگئے، اور یہاں اپنے گاؤں سے متصل اسلام پور کی آبادی میں واقع مدرسہ انوارالعلوم میں تعلیمی خدمت کا آغاز کیا۔ نئے جذبے اور حوصلے کے ساتھ مدرسہ کی خوب آبیاری کی، خس پھوس کے جھونپڑوں کو پختہ عمارتوں کا رنگ دیا۔ جامعہ رحمانی کے سایہ میں آپ کے اندر جو صلاحیتیں پروان چڑھی تھیں اور جو تعلقات بڑھے تھے، ان کو پورا پورا کام میں لائے، تعلیم کا معیار بلند کیا اور مدرسہ کے رنگ وروپ کو ایسا بدلا کہ دارالاقامہ میں طلبہ کی تعداد، اساتذہ کی محنت ومستعدی اور صبح وشام کے تعلیمی ماحول کو دیکھ کر بہت کم لوگ محسوس کر پاتے کہ یہ مدرسہ ''بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' سے ملحق ہے۔

آج مدرسہ کی چہار طرفہ پختہ عمارت اور عالیشان مسجد زبان حال سے مولانا مرحوم کی محنت وعظمت کی ثنا خواں ہیں، آپ لگاتار ۳۱؍سال تک اس مدرسہ میں ذمہ دارانہ عہدہ پر فائز رہے۔ ۲۰۰۷ء میں رٹائر ہونے کے بعد بھی مدرسہ سے وابستگی رہی، لیکن جلد ہی آپ نے مدرسہ سے علاحدہ ہو کر گھر کے قیام کو ترجیح دیا، مگر جن کی عمر کا اکثر حصہ مدرسوں کے سایہ میں گذرا ہو، وہ مدرسہ کے سایہ سے دور رہ کر کب سکون پا سکتا ہے؟ چنانچہ اس بے چینی نے مولانا مرحوم کو اپنے گاؤں کے ''مدرسہ رحمانیہ'' سے بطور سرپرست ونگراں وابستہ کر دیا اور آخری وقت تک اس کی سرپرستی و نگرانی اور اس کے لیے حسب صلاحیت دوڑ بھاگ کر کے اپنے دل وجگر کو سکون دیتے رہے۔ مولانا مرحوم کو اللہ نے دینی مدارس کی خدمت کے ساتھ مختلف تنظیموں کے سایہ میں ملی خدمت کا بھی بڑا موقع دیا، آپ آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ اور آل انڈیا ملی کاؤنسل کے رکن تاسیسی تھے، بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ اور حج کمیٹی بہار کے ممبر رہے، امارت شرعیہ کی مجلس شوریٰ کے تاحیات رکن اور امارت ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ گلاب باغ پورنیہ کے بیمار ہونے سے پہلے تک مستقل صدر رہے، اسکے علاوہ ضلعی اور علاقائی سطح پر درجنوں ملی وسماجی تحریک کے آپ روح رواں تھے۔

مولانا مرحوم سے میری قریبی واقفیت کا سلسلہ ۱۹۹۳ء کے بعد شروع ہوا، جب میں جامعہ صدیقیہ ڈگرواہاٹ پورنیہ میں سرکاری عہدہ پر بحیثیت استاذ بحال ہوا، مولانا کا جامعہ صدیقیہ سے بڑا گہرا ربط تھا، اس وقت جامعہ کے ناظم جناب مولانا جوادالحق مظاہری مرحوم انہیں برابر یاد کرتے رہتے اور وہ اس محبت کا جواب محبت سے دیتے، اس طرح ان کے بار بار آنے جانے سے تعلقات بڑھے اور بڑھتے چلے گئے۔ مولانا کو مجلسوں میں دیکھا اور سفر و حضر میں پرکھا، یقیناً وہ بڑی خوبیوں کے مالک تھے، سیمانچل کے خطے کے لیے ان کی حیثیت ایک ڈھال کی سی تھی، اللہ نے ان کو عزم وحوصلہ کا پہاڑ بنایا تھا، جس کام کا ارادہ کر لیتے، ہزار دشواریاں ہوں، کر گزرتے۔ وہ دوسروں سے کام لینا بھی جانتے تھے اور دوسروں کا کام کرنے کے لیے بھی تیار رہتے تھے۔

اللہ نے انہیں جسم وقویٰ کے اعتبار سے بھی بڑا مضبوط بنایا تھا، کام مدرسہ کا ہو یا ملت کا، تھکنے کا نام نہیں لیتے، دو تین دنوں تک مسلسل جاگے رہنا اور کام کرتے رہنا ان کے لیے کوئی مشکل بات نہیں تھی، بہار و بنگال کے اکثر حصوں کا دورہ وہ اپنی موٹر سائیکل سے ہی کر لیا کرتے تھے، پورنیہ سے پٹنہ موٹر سائیکل سے آنا جانا بھی ان کے لیے عام بات تھی، موٹر سائیکل بھی کوئی نئے ماڈل کی لگژری نہیں، بلکہ شروع دور کی راجدوت تھی۔ اس گاڑی سے انہیں بیحد محبت تھی، ایک سے ایک نئے ماڈل کی آرام دہ اور زیادہ مائیلیج والی گاڑیاں منظر عام پر آئیں، لیکن انہوں نے اسی سیاہ فام اولڈ ماڈل گاڑی کو اپنا رفیق راہ بنائے رکھا۔ جب گاڑی راستے میں کہیں روٹھ جاتی تو چھوٹی موٹی مرمت خود ہی کر لیا کرتے، یعنی گاڑی کے ساتھ لمبی رفاقت نے انہیں اس کے ایک ایک کل پرزے سے واقف کرادیا تھا، کہ جیسے ہی گاڑی کہیں خراب ہوئی، فوراً ڈکی سے اوزار نکالا اور مرمت کرنے بیٹھ گئے، تھوڑی ہی دیر میں گاڑی بالکل ٹھیک اور چلنے پر آمادہ ہو جاتی، گویا کہ وہ اس گاڑی کے کامیاب ڈرائیور بھی تھے اور ہنرمند مستری بھی۔

سفر کہیں کا بھی ہو، لوٹا، مصلیٰ، مچھردانی اور سفر کے ضروری سامان ہمیشہ ساتھ رکھتے اور کہتے کہ یہ تربیت مجھے حضرت امیر شریعت رابعؒ سے ملی ہے، ایک مرتبہ انہیں وراٹ نگر، نیپال میں آنکھوں کے علاج کے لیے جانا تھا، مجھ سے کہا کہ میں رات کو ٹرین سے ۱۰؍بجے بتھناہا پہونچونگا، آپ قیام کا نظم کر دیجئے گا، گاڑی لیٹ ہوگئی، جس صاحب کے یہاں قیام طے کیا تھا، وہ اسٹیشن نہیں پہونچ سکے۔ صبح فون آیا، میں بتھناہا حاضر ہوا، بڑی سبکی ہو رہی تھی کہ مولانا نے رات کس تکلیف میں کہاں گذاری، لیکن ملاقات ہوئی تو بالکل ہشاش بشاش، نہ زباں پر کوئی حرف شکایت، نہ ماتھے پر کوئی شکن۔ بولے گاڑی لیٹ تھی، میں ٹرین سے اترا، مسجد تلاش کی، اپنی مچھردانی لگایا اور آرام سے سویا۔

مولانا کی طبیعت میں اکتاہت، جھنجھلاہٹ اور زودرنجی بالکل نہیں تھی، بلکہ عام مجلسوں اور سفر میں تو ظرافت ہی غالب رہتی تھی، ایک سے بڑھ کر ایک علمی لطیفے مزے لے لے کر سناتے، ایک موقع پر سنایا کہ ایک مرتبہ میں نے اپنی بنیان الٹی پہنی ہوئی تھی، ایک صاحب کی نظر پڑی تو بگڑتے ہوئے کہنے لگے کہ آپ بھی عجیب مولانا ہیں الٹی بنیان پہن رکھی ہے، تو میں نے جواب دیا 'بگڑنے کی ضرورت نہیں ہے بنیان کے اس طرف کی قیمت بھی ہم نے ہی دی ہے، آپ نے نہیں دی ہے، یہ سنتے ہی سامنے والا ایسا چپ ہوا کہ اس کے منہ کی بات منھ میں ہی رہ گئی۔

مولاناؒ کو امارت شرعیہ اور جامعہ رحمانی مونگیر سے دلی ہی نہیں بلکہ جذباتی عقیدت ومحبت تھی، وہ جب جامعہ رحمانی کا نام لیتے اور حضرت امیر شریعت رابعؒ کی عظمت شان اور ان کے منت واحسان کا ذکر کرتے تو ان کی آنکھیں بھیگ جاتیں۔ وہ اپنی موت تک امارت شرعیہ کو اپنے ایمان وعقیدے کا حصہ سمجھتے رہے۔ جب بھی ان دونوں اداروں کی طرف سے کوئی پیغام پہونچتا تو وہ سر بکف اس کو پورا کرنے کے لیے تیار ہو جاتے۔ جب میں امارت شرعیہ سے منسلک ہوا، تو ایک موقع پر سخت ترین ٹھنڈک اور دوسری مرتبہ بارش اور سیلاب کے زمانہ میں کشن گنج کا دورۂ وفد طے ہوا، میں نے دونوں مرتبہ مولانا سے وفد میں شرکت کی گذارش کی، بنا کوئی عذر پیش کیے فوراً تیار ہو گئے، دونوں دورے میں ساتھ رہے، کشتیوں میں ندی پار کرنا، ٹریکٹر پر لمبی لمبی دوری طے کرنا اور سخت سردی میں آدھی آدھی رات تک الاؤ جلا کر گذارنا، یہ سب کچھ بڑے صبر وتحمل سے برداشت کرتے رہے، بلکہ پورے سفر میں انہیں کی ہمت ہم لوگوں کے لیے سامان سکون بنی رہی۔

موجودہ امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ العالی کی قائدانہ صلاحیتوں اور آپ کے علم وفضل کے بڑے قدردان تھے، کہا کرتے تھے کہ اللہ نے اس خانوادہ کو دینی وملی قیادت کے لیے قبول فرمالیا ہے، اور کہتے کہ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ اصول کی پابندی میں سخت ہیں، لیکن دل کے بڑے نرم ہیں اور تعلقات نبھانے میں تو بے نظیر ہیں۔ ایک موقع پر انہوں نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک دن میں اپنے مدرسہ میں تھا، اچانک ایک شاندار گاڑی مدرسہ میں آکر رکی، جب میں گاڑی کے قریب گیا، تو میری حیرت کی انتہا نہیں رہی، دیکھا تو موجودہ امیر شریعت حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم گاڑی سے اترے، اب میں ذہنی طور پر پریشان تھا کہ ہائے اللہ ماجرا کیا ہے؟ لیکن حضرت نے بڑے سکون سے فرمایا کہ میرا اس علاقے میں آنا ہوا تھا، دل میں آیا کہ آپ سے دعا سلام کر لوں، واقعہ سنا کر کہا کہ یہ ایک عظیم دادا کے پوتے اور بڑے باپ کے بیٹے کی بڑی شان تھی، تعلقات کو نبھانے کا اس قدر اہتمام بہت کم دیکھا۔

حضرت امیر شریعت کی انہیں عظمتوں اور اداؤں نے انہیں ان کی محبت کی ڈور میں باندھ دیا تھا، جب تک سفر کرنے کی سکت رہی، خانقاہ رحمانی حاضری دیتے رہے، درود پاک کی مجلس میں شریک ہوتے، جامعہ کے در وبام اور خانقاہ کے فیض عام کو دیکھ کر ایک قلبی وروحانی سکون محسوس کرتے، حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ مولانا مرحوم کے بعض کتابوں میں ہم سبق تھے یا نہیں، لیکن یہ بات تو طے ہے کہ وہ دیوبند میں ان کے رفیق حجرہ بھی تھے اور بے تکلف دوست بھی، پھر جب دونوں مونگیر آئے تو حضرت قاضی صاحبؒ استاذ تھے اور مولاناؒ نائب ناظم، غرض دونوں کی ایک لمبی رفاقت رہی، مولانا مرحوم نے اپنی زندگی میں اس لمبی رفاقت کو نبھانے کی بھی ہر ممکن کوشش کی، ملی کاؤنسل کے کاز میں حصہ لیا، اور جب حضرت قاضی صاحبؒ نے کاروان آزادی نکالا تو پورے سیمانچل کے پروگرام کو مولانا مرحوم ہی نے مرتب کیا اور ہر جگہ حضرت قاضی صاحبؒ کے ساتھ ساتھ نظر آئے۔

بڑوں کی قدردانی کے ساتھ چھوٹوں کی دلداری بھی ان کی بڑی خوبی تھی، رمضان المبارک کے موقع پر امارت شرعیہ کی طرف سے جب بھی میری حاضری ممبئی ہوتی ہے تو کئی اہم مساجد میں جمعہ کا خطاب ہوتا ہے، ان دنوں اگر مولانا بھی ممبئی میں ہوتے تو پتہ کرتے اور جمعہ کے دن اس مسجد میں خاص طور پر نماز پڑھتے، جہاں پر خطاب طے ہوتا اور جب ملاقات ہوتی تو خدا کا شکر ادا کرتے اور غیر معمولی حوصلہ افزا کلمات کہتے۔

مولاناؒ کا قلم رواں تھا، فکر پختہ تھی، تحریر میں عمدگی اور علم ومطالعہ میں بھی وسعت تھی، لیکن ان سب کے باوجود انہوں نے کوئی قلمی نقش ہم سب کے لیے نہیں چھوڑا۔ نظم وانتظام اور تحریک وتنظیم ہی ان کی زندگی کی کہانی بنی رہی۔ (بقیہ صفحہ ۱۰؍پر)

بہار میں اردو کے مسائل

مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ، پٹنہ

بہار میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے، ڈاکٹر جگن ناتھ مشرا کے دور میں چند اضلاع کے لئے اردو کو دوسری زبان کا درجہ ملا ستندر نارائن سنہا نے اپنے وقت میں چھوٹی لکیر کے مقابل بڑی لکیر کھینچ کر پورے بہار کے لئے اردو کو دوسری سرکاری زبان قرار دے دیا، سرکاری اعلان اپنی جگہ، لیکن اس کی تنفیذ کا کام بہت سست روی کے ساتھ ہوتا رہا، یہ سستی سرکاری سطح پر بھی رہی اور عوامی سطح پر بھی، سرکاری عملہ نے اس کے نفاذ میں سستی دکھائی اور قصداً اس کے فروغ میں رکاوٹیں کھڑی کی جاتی رہیں، عوام نے اپنے بچوں کے مستقبل کو دیکھا اور ان کو ملازمت کے مواقع دوسری زبانوں کے پڑھنے میں نظر آئے، چنانچہ انہوں نے اپنے بچوں کو اردو کی تدریس سے دور کرلیا، اس دوری نے اس بحث کو جنم دیا کہ کم از کم دس بچے اسکول میں ہوں گے تو اردو اساتذہ کی بحالی عمل میں آئے گی، اردو دوستوں کا کہنا تھا کہ پہلے استاد بحال ہوں گے تب نا طلبہ آئیں گے، یہ ایسی بحث تھی جیسے پہلے مرغی یا انڈا، اس بحث کا خاتمہ وزیر اعلی کے اس اعلان سے ۲۰۰۹ء میں ہوا کہ سارے ہائی اسکول میں اردو اساتذہ بحال کئے جائیں گے، یہ اعلان بھی لال فیتہ شاہی کی نذر ہوگیا اور بات آگے نہیں بڑھ سکی۔

اس درمیان حکومت بہار کے محکمہ تعلیم نے ہائی اسکول میں اساتذہ کی بحالی کا ضابطہ تیار کیا اور اسے اپنے مکتوب نمبر ۷۹۹ مؤرخہ ۱۵؍مئی ۲۰۲۰ء کے ذریعہ پورے بہار میں محکمۂ تعلیم سے جڑے افسران کو بھیجا، اس مکتوب کے ذریعہ دو بنیادی تبدیلی پہلے ضابطہ میں کی گئی، ایک تو یہ کہ ہائی اسکول کے درجات کو نویں اور دسویں کلاس تک محدود کردیا گیا، پہلے ہائی اسکول کا مطلب چھٹے درجہ سے دسویں تک تھا، بعد میں یہ تین درجات ۸ تا ۱۰ میں سمٹ گیا، اساتذہ بھی اسی حساب سے مقرر کئے جانے لگے، پہلے اساتذہ کی تقرری میں تدریس کے موضوعات کے ساتھ کلاس ٹیچر کی بھی رعایت ہوتی تھی یعنی اساتذہ اتنے ہوں کہ کوئی کلاس خالی نہ رہے، جب ہائی اسکول نویں دسویں تک محدود ہوگیا تو کلاس ٹیچر کا کوئی معاملہ نہیں رہا، اب بحالی تدریسی موضوعات کے اعتبار سے قرار پائی، چھ اساتذہ کی تقرری کی منظوری محکمہ نے دی، جن میں ہندی، انگریزی، حساب، سائنس، سماجیات اور دوسری زبان اردو، سنسکرت، بنگلہ کے لئے ایک استاذ کی بحالی ہوگی، جہاں فزیکل کلاس منظور رہے، وہاں ایک استاذ اس کے لئے بھی بحال کئے جائیں گے۔

گزشتہ چند سالوں سے نصاب میں موضوعاتی اعتبار سے طلباء پر بوجھ کم کرنے کی بات چلتی رہی ہے، اسی کے نتیجہ میں دس سو نمبرات کو پانچ سو میں سمیٹنے کی کوشش کی گئی، اس سرکولر میں دوسری زبان کے لئے ایک استاد کی بحالی کی تجویز ہے، دوسری سرکاری زبان کا درجہ بہار میں صرف اردو کو حاصل ہے، قاعدہ کی بات تو یہ ہے کہ ان تینوں زبانوں کے لیے اسکول میں الگ الگ اساتذہ بحال کیے جاتے، تاکہ تینوں زبانوں کو تعلیم و تدریس کے ذریعہ پھلنے پھولنے کا موقع ملتا، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بہار میں بنگال سے متصل اضلاع کے علاوہ بنگلہ بہاریوں کی زبان نہیں ہے، سنسکرت کا معاملہ اس سے بھی الگ ہے، بہار کیا پورے ملک میں کہیں کی بھی یہ زبان نہیں ہے، اس کو اردو بنگلہ کے ساتھ صرف مذہبی زبان ہونے اور ہندوؤں کو مطمئن کرنے کے لیے جوڑ دیا گیا ہے، مذہبی زبان کو دوسری زبان کے طور پر متعارف کرانا ہو تو عربی اس کی زیادہ مستحق ہے، کیونکہ وہ زندہ زبان ہے اور دنیا کے بہت سارے ملکوں میں بولی جاتی ہے، اس کے پڑھنے سے خلیجی ممالک میں ملازمت کے مواقع بھی بہت ہیں، لیکن سیاسی لوگوں نے اردو کے ساتھ سنسکرت کو رکھنا پسند کیا جو کہیں کی زبان نہیں ہے، رہ گئی اردو جو یہاں کی دوسری سرکاری زبان ہے، پورے بہار میں بولی لکھی اور پڑھی جاتی ہے، اس صورت حال کا تقاضہ یہ ہے کہ ہائی اسکول میں اردو کے اساتذہ رکھے جائیں اور جن علاقوں میں بنگلہ بولنے والے ہیں وہاں بنگلہ پڑھانے کے لئے الگ استاذ ہوں، سنسکرت کہیں بولی نہیں جاتی ہے، لیکن اس کے لیے بھی الگ سے استاذ بحال ہوں تو ہمیں کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔

ان تینوں زبان کے لئے ایک استاذ کا مطلب ہے کہ ہائی اسکول سطح پر ان تینوں میں سے کسی ایک زبان کو لینے کی اجازت ہوگی اور موضوع کے اعتبار سے یہ لازمی نہیں اختیاری ہو جائیں گے، بحالی جن کے مطالبے پر ہوگی اور بحالی جن کے ہاتھ میں ہوگی وہ چاہیں گے کہ اردو کے علاوہ دوسری زبان کے استاذ کو بحال کیا جائے، سرکاری افسران کی اردو دشمنی جگ ظاہر ہے، جب استاذ نہیں ہوں گے تو طلبہ اردو کے بجائے کسی دوسری زبان لینے میں عافیت محسوس کریں گے اور اردو کا جنازہ بہار سے نکل جائے گا، پہلے اردو کو زندہ رکھنے کے لئے جو لوگ سرگرم تھے مثلاً پروفیسر عبد المغنی، غلام سرور، محمد ایوب، بیتاب صدیقی، قمر اعظم ہاشمی، ہارون رشید وغیرہ اب اس دنیا میں نہیں رہے، انہوں نے کاروان اردو اور اردو تحریک کو آگے بڑھانے کی ذمہ داری دوسروں کے کاندھے پر ڈالی اور دنیا سے رخصت ہو گئے، اب جو پرانے لوگ ہیں ان میں شمائل نبی، شفیع مشہدی، اعجاز علی ارشد، ڈاکٹر ریحان غنی، پروفیسر اسلم آزاد، قوس صدیقی، ایس ایم اشرف فرید، اشرف استھانوی، پروفیسر علیم اللہ حالی وغیرہ بہت کچھ کر سکتے ہیں، انوار الحسن وسطوی، انوار الہدی، اردو پروگرام افسر اسلم جاوداں جیسے لوگ آگے بڑھ کر تحریک چلا سکتے ہیں، اردو پروگرام افسر اسلم جاوداں کی سرکاری ملازمت سے جڑے ہونے کی وجہ سے اپنی مجبوری ہے، انوار الحسن وسطوی بیمار چل رہے ہیں، ان کا گھر سے نکلنا مشکل ہے، البتہ اخبارات میں مراسلے لکھ کر اور اردو کے لئے کام کرنے والوں کو فون کر کے وہ اپنی ذمہ داری نبھا رہے ہیں، ایمانداری کی بات یہ ہے کہ اس موضوع پر اخباری بیان بازی کا سلسلہ انہیں کی تحریک پر شروع ہوا، عبد القیوم انصاری اور انوار الہدیٰ اس مسئلے پر وزیر تعلیم سے مل بھی چکے ہیں، امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم بھی اس سلسلہ میں متفکر ہیں، مولانا ابو الکلام قاسمی شمسی اور شبیر حسن کے بیانات بھی اخبارات میں آئے ہیں، لیکن بات آگے نہیں بڑھ پا رہی ہے، سرکاری وعدوں کا حال غالب کی زبان میں ''تیرے وعدے پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا'' کی طرح ہے، ایسے میں اردو کے نام پر جو تنظیمیں ہیں، انجمن ترقی اردو، کاروان اردو، اردو کونسل، حلقۂ ادب، اردو نفاذ کمیٹی، تحریک اردو، علمی مجلس وغیرہ ان کے لوگوں کو وفد کی شکل میں وزیر تعلیم سے ملنا چاہیے، اسمبلی اگلے ماہ شروع ہوگی اس میں ممبران اسمبلی کو سوال اٹھانے چاہیے، جمہوری حکومت میں کام کے یہی سب طریقے ہیں، اقلیتی کمیشن کے چیئرمین محمد یونس حکیم صاحب اس معاملے میں حکومت سے رابطہ میں ہیں لیکن سکریٹریٹ میں ایک سرد بستہ بھی ہوتا ہے، معلوم ہوا ہے کہ ان کے خطوط سرد بستے میں جا رہے ہیں، محکمہ کی طرف سے انہیں کوئی جواب نہیں مل رہا ہے، حالانکہ اس وقت ماحول سازگار ہے، یونس حسین حکیم اقلیتی کمیشن کے چیئرمین ہیں، عامر سبحانی اقلیتی فلاح کے سکریٹری ہیں، وزیر تعلیم کرشن نندن پرساد ورما اردو دوست ہیں، اردو ڈائریکٹریٹ کے انتہائی متحرک اور فعال ڈائریکٹر امتیاز کریمی ہیں، جناب عبد القیوم انصاری انجمن ترقی اردو کے ذمہ دار اور بہار اسٹیٹ مدرسہ بورڈ کے چیئرمین ہیں اور وزیر اعلیٰ ہر ہائی اسکول میں اردو استاذ بحال کرنے کی بات پہلے ہی کہہ چکے ہیں، اسمبلی الیکشن بھی سامنے ہے ایسے میں تھوڑی سی تحریک اور توجہ سے کام ہوسکتا ہے، لیکن سب لوگ خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہوں گے تو صرف اردو اردو کرنے سے کام نہیں چلے گا۔

مسائل اور بھی ہیں، بہار اردو اکیڈمی میں کئی سالوں سے سکریٹری نہیں ہے، ڈبل چارج میں جو صاحب ہیں کچھ تو ان کے اختیارات محدود ہیں اور کچھ کام آگے بڑھانے سے وہ گھبراتے ہیں، جس کے نتیجے میں لائبریری کو جو گرانٹ اور مصنفین کو کتاب کی طباعت کے لئے جو رقم ملتی تھی سب بند ہے، انعام وغیرہ کا سلسلہ بھی موقوف ہے، سرگرمیاں تقریباً رک سی گئی ہیں، اس کے احاطے میں گورنمنٹ اردو لائبریری ہے، وہاں کے لائبریرین کے سبکدوش ہونے کے بعد وہاں ان دنوں لائبریرین بھی نہیں ہے، صدر سکریٹری نہ ہو تو کام کسی قدر چل سکتا ہے لیکن لائبریرین نہ ہو تو کتب خانے کی ساری افادیت ختم ہوجاتی ہے۔

بہار میں اردو کے فروغ میں ضروری مشورے دینے کے لیے مشاورتی بورڈ بھی قائم ہے، ڈاکٹر کلیم عاجز اور شفیع مشہدی جیسے اردو کے ماہرین اس کے صدر نشیں رہے ہیں، لیکن شفیع مشہدی صاحب کی مدت کار پوری ہوئے دو سال سے زائد ہو رہے ہیں، حکومت کی توجہ اب تک اس طرف نہیں ہے، ظاہر ہے یہاں صدر نشیں ہی اصل ہوتا ہے اور اس عہدہ کے خالی ہونے کی وجہ سے ایسا لگتا ہے یہ بورڈ ہی ختم ہو گیا ہے، لے دے کر ایک اردو ڈائریکٹریٹ باقی ہے، محترم امتیاز کریمی صاحب نے اس ادارے کو وقار اور اعتبار دونوں بخشا ہے، اسلم جاوداں جیسے فکرمند اور کام کرنے کا ملکہ رکھنے والے اسی ادارے سے وابستہ ہیں، اس ادارے کی کارکردگی نے سرکاری اداروں پر اعتبار قائم کرنے میں مدد پہونچائی ہے، اس کے سیمینار، اس کا رسالہ اور اس کی ڈائری کی پورے ہندو پاک میں اپنی شناخت ہے، بلکہ کہنا چاہئے کہ اپنی کارکردگی کی وجہ سے یہ اردو کی نئی بستیوں میں بھی متعارف ہے اور سمندر پار کے لوگ بھی اس کی خدمات کے معترف ہیں، ان تمام کے باوجود اس ادارہ کے ذریعہ جو ایوارڈ کا سلسلہ جاری تھا وہ ۲۰۱۰ء سے بند ہے، کتابوں کی طباعت کے لئے مصنفین کو جو رقومات دی جاتی تھیں وہ بھی کئی سالوں سے نہیں مل پائی ہے، ہندی ڈائریکٹریٹ نے کتابوں پر انعام و امداد کی جو تجویز بھیجی تھی اسے حکومت نے مان لیا، لیکن اردو والی فائل پر اب تک کوئی کارروائی ہی نہیں ہوسکی، دوسرے محکمہ کا معاملہ ہوتا تو ہم سوچ سکتے تھے کہ ذمہ داران کام نہیں کر رہے ہیں، لیکن جناب امتیاز کریمی اور اردو پروگرام افسر اسلم جاوداں کی موجودگی میں ہم ایسا سوچ بھی نہیں سکتے، اردو مترجم معاون وغیرہ کی جو سترہ سو پینسٹھ آسامیوں پر بحالی ہونے جا رہی ہے وہ بھی انہیں حضرات کی جد و جہد کا نتیجہ ہے، ورنہ جاننے والے جانتے ہیں کہ ان آسامیوں میں تخفیف کی کس قدر کوشش کی گئی، پہلے اسے نو سو پر لایا گیا، پھر چار سو پر سمیٹنے کی کوشش کی گئی، لیکن اردو ڈائرکٹریٹ کے سرگرم فعال ذمہ داروں نے کسی طرح اس کو منظور کرا کر ہی دم لیا، اللہ کرے امتحان کے بعد بحالی بھی ہوجائے، اور کوئی رکاوٹ کھڑی نہ ہو۔

ایک اور مسئلہ اردو ٹی ای ٹی پاس امیدواروں کی بحالی کا ہے، احتجاج دھرنے اور لاٹھی ڈنڈے کھانے کے باوجود ان کے لئے آج بھی روز اول ہے، پہلے انہیں پاس قرار دیا گیا، پھر فیل کر دیا گیا، اور عدالت کی ہدایت اور مختلف صوبوں میں گریس مارکس دے کر پاس کرنے اور کٹ آف مارکس کے کم کرنے کی روایت کے باوجود اللہ جانے کیوں ان لوگوں کو پنڈولم بنا کر رکھا گیا ہے، مسئلہ کے حل کی یقین دہانی افسران کراتے ہیں، لیکن بات آگے نہیں بڑھ پاتی ہے، ان کا معاملہ بھی حکومت کو ترجیحی بنیاد پر حل کرنا چاہئے، اس سے حکومت کی سرد مہری کا پیغام لوگوں میں جاتا ہے جو انتخابی سال میں نقصان دہ بھی ہوسکتا ہے۔

میری نگاہ میں بہار میں اردو کے لئے ایک بڑا مسئلہ خود اردو بولنے والے لوگ ہیں، ان کی بے اعتنائی سے بھی اردو کے فروغ میں رکاوٹیں کھڑی ہوتی ہیں، وہ اردو کے اخبار کے بجائے انگریزی کے اخبار پڑھنا پسند کرتے ہیں، اپنے بچوں کو انگلش میڈیم میں پڑھواتے ہیں، انہیں فرفر بچے کا خالص اردو بولنا پسند نہیں، لیکن فراٹے سے انگلش بولنے کی مدح سرائی کرتے رہتے ہیں، اس کی وجہ سے بچہ اردو سے دور ہوتا جا رہا ہے، اور جب ذہنی دوری ہو تو وہ سبجیکٹ کے طور پر اسے کیسے اختیار کرے گا، شہروں میں گھوم جایئے مسلمانوں کی دکانوں پر بھی انگریزی، ہندی کے بورڈ لگے نظر آئیں گے، مکانوں پر ''نیم پلیٹ'' بھی انگریزی ہندی میں لگے ہوں گے، شادی کارڈ انگریزی میں چھپے گا، میں نہیں کہتا کہ انگریزی میں نہ ہو، میرا کہنا صرف یہ ہے کہ اردو کو ان مواقع سے فراموش نہ کیا جائے، اسی صورت حال کی وجہ سے میں کہا کرتا ہوں کہ اردو کی لڑائی ہم اپنے گھر میں ہار چکے ہیں۔

قطب الاولیاء حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ۔ زندگی کے چند پہلو

مولانا رضوان احمد ندوی

ہندوستان کے اولیائے کرام اور صوفیائے عظام میں قطب الاولیاء حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ کا مقام ومرتبہ سب سے زیادہ بلند وبرتر ہے، گرچہ حضرت خواجہ سے قبل کچھ چشتی بزرگ ہندوستان تشریف لا چکے تھے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ چشتیہ سلسلہ کو ہندوستان میں جاری کرنے کا شرف ان ہی کو حاصل ہوا، انہوں نے ہندوستانیوں کی اصلاح اور انسانیت کی ذہنی اور عملی سطح کو بلند کرنے کے لیے جو کوششیں کیں وہ ہندوستان کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتی ہیں، انہی بنیادوں پر انہیں ملک المشائخ، سلطان الہند اور قطب المشائخ کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

چنانچہ تاریخ کے ہر دور کے مسلمانوں کو ان سے غیر معمولی عقیدت ومحبت رہی، حتیٰ کہ مسلم اور غیر مسلم حکمراں بھی ان کے آستانے کی خاک کو طرہ امتیاز سمجھتے رہے ہیں اور ان کے روحانی فیوض وبرکات سے اپنے اندر تازگی اور توانائی محسوس کرتے رہے ہیں، مورخین نے لکھا کہ جب مالوہ کے سلطان محمود خلجی کو راجپوتوں کے خلاف میدان جنگ میں فتح حاصل ہوئی تو انہوں نے خواجہ صاحب کے مزار کے قریب ایک مسجد بنوائی جواب صندل خانہ کے نام سے مشہور ہے، اس مسجد کی تعمیر سے اندازہ ہوتا ہے کہ سلطان کو حضرت خواجہ سے کس قدر روحانی تعلق تھا، اسی طرح شہنشاہ اکبر کو جب کبھی ملکی اور فوجی مہمات سے فرصت ملتی تو حضرت خواجہ کے آستانے پر ضرور حاضر ہوتے تھے، جہانگیر اور شاہجہاں کو بھی حضرت خواجہ سے بے پناہ عقیدت ومحبت تھی، اس وقت روضہ کے پاس سنگ مرمر کی جو مسجد بنی ہوئی ہے وہ بھی انہیں کی بنوائی ہوئی ہے، غیر مسلم راجاؤں کو بھی ان سے والہانہ محبت تھی، جہاں ان کے آستانے پر عجز ونیاز کا اظہار کر کے روحانی فیض سے سیراب ہوتے ہیں، گرچہ اس عقیدت میں بعض اعمال ایسے ضرور ہیں جو شرعی نقطہ نظر سے محمود وپسندیدہ نہیں، مثلاً مزارات پر چادر پوشی کرنا، یا گل پوشی کرنا خلاف شرع عمل ہے، کیونکہ خود حضرت خواجہ صاحبؒ نے پوری زندگی بدعات وخرافات کو مٹانے اور عقائد واعمال کی اصلاح میں گزاری اور اتباع سنت اور شریعت پر کاربند رہنے کی سرفروشانہ جدوجہد کی، تاہم اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے انہوں نے اپنے جو روحانی اثرات چھوڑے وہ عوام اور خواص کے دل ودماغ پر یکساں طور پر مستولی ہے۔

یقین مانئے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ جیسے عالی مرتبت، ولی کامل اور اخوت ومحبت کا پیغام دینے والے صوفی باصفا برسوں بعد پیدا ہوتے ہیں، بلاشبہ وہ اخلاق نبوی کے پیکر تھے ہر شخص کے ساتھ نہایت شفقت کا برتاؤ کرتے، ان کی نظر میں عجیب تاثیر تھی کہ ”فاسق سے فاسق پر ایک نظر ڈالتے“ تو راہ راست پر آجاتے تھے، سرزمین سجستان کو حضرت خواجہؒ کی ولادت کا شرف حاصل تھا، ان کی پیدائش کی صحیح تاریخ معلوم نہ ہوسکی، البتہ تذکرہ نگاروں نے ۳۷۔۵۳۶ھ کا تخمینہ لگایا ہے، جو قرائن وشواہد پر مبنی ہے۔ سجستان کو قدیم جغرافیہ نویس خراسان کا حصّہ مانتے ہیں، موجودہ زمانے میں اس کا اکثر حصہ ایران میں شامل ہے اور باقی افغانستان میں ہے، یہیں ان کی نشونما ہوئی، ان کے والد بزرگوار خواجہ سید غیاث الدین صاحبِ کمال لوگوں میں تھے، تجارت گرچہ ان کا ذریعہ معاش تھا، لیکن بڑے عابد وزاہد تھے، جب خواجہ صاحب کی عمر پندرہ سال کی ہوئی تو والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، ایک سال بعد والدہ نے بھی داغ مفارقت دے دی، اس وقت انھیں وراثت میں ایک باغ ملا جس کی وہ نگہبانی کرتے تھے، تاریخوں میں یہ واقعہ بڑی دلچسپی سے بیان ہوا ہے کہ ایک روز ابراہیم قندوری نامی ایک مجذوب باغ میں آئے تو حضرت خواجہ صاحب نے ان کی خدمت میں انگور کے چند خوشے پیش کیے لیکن انہوں نے انگور نہیں کھایا اور کھلی کے ایک ٹکڑے کو دانتوں سے چبا کر حضرت خواجہ صاحب کے منہ میں ڈال دیا، کھلی کھانا تھا کہ حضرت کا دل انوار الٰہی سے روشن ہوگیا (سیر العارفین) اس کے بعد ہی علائق دنیا کو چھوڑ کر طلب خدا میں اٹھ کھڑے ہوئے، بخارا سمرقند پہنچے جہاں کلام مجید حفظ کیا اور علوم ظاہری کی تعلیم میں مشغول ہوئے (روضۃ الاقطاب ص۱۳) سمرقند میں چند مہینوں قیام کے بعد عراق کی طرف کوچ کر گئے، وہاں قصبہ ہارون میں حضرت شیخ عثمان ہارونی کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور باطنی علوم کی تحصیل میں لگ گئے پھر ان سے شرف بیعت حاصل کیا اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔

تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب مرشد کی خدمت میں بیس سال گزارے، ان کی رفاقت میں ملکوں کی سیاحت کی، دمشق، بغداد، مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ بھی گئے، پیر ومرشد نے ان کے حق میں خدا اور اس کے رسول کی بارگاہ میں دعائیں کی، چنانچہ مدینہ ہی میں بارگاہ رسالت سے حضرت خواجہ صاحب کو ہندوستان کی بشارت ملی (سیر الاقطاب)

راہ سلوک کی کٹھن منزلیں طے کرنے کے بعد ۵۸۸ھ میں غزنین کے راستے سے لاہور اور وہاں سے دہلی اور دہلی سے اجمیر آئے، اور اسی کو اپنا مسکن بنایا، یہیں انھوں نے دو شادیاں بھی کیں، جن سے تین لڑکے اور ایک دختر نیک اختر ہوئی، وہاں اس وقت رائے پتھورا چوہان والیٔ اجمیر تھا، اس کے حواریین نے خواجہ کے قیام میں بڑی مزاحمت کی، اور جب اس نے حضرت خواجہ کے عظمت وکرامت کے مقابلہ میں اپنے کو بے بس اور لاچار پایا تو ایک جوگی کو خواجہ کو مغلوب کرنے کے لیے مامور کیا، لیکن حضرت خواجہ اپنی روحانی قوت سے اس پر غالب ہوئے اور اس نے متاثر ہو کر حضرت خواجہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، انہوں نے اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھا اور خلافت بھی مرحمت فرمائی (خزینۃ الاصفیا ج اص ۲۹۵) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رائے پتھوڑا کے ملازمین بھی مشرف بہ اسلام ہونے لگے تھے، اسی طرح جب حضرت خواجہ کے اثرات بڑھے تو راجہ کی طرف سے ان کو اجمیر سے نکالنے کی دھمکی ملی، لیکن حضرت خواجہ نے اس دھمکی پر صرف یہ اشارہ فرمایا ”پتھوڑا را زندہ مسلمانان داریم“ چنانچہ یہ پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی اور سلطان شہاب الدین غوری نے اس کے خلاف جنگ کی جس میں راجہ گرفتار ہوگیا۔ تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ شہاب الدین غوری خراسان میں تھا کہ اس نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ خدائے تعالیٰ تم کو ہندوستان کی بادشاہت عنایت کرنے والا ہے، تم اس ملک کی طرف توجہ کرو، خواب کے بعد اس نے ہندوستان کی طرف فوج کشی کی جس میں راجہ کی شکست ہوئی اور غوری کو اپنے قومی مہم میں کامیابی ملی، اس کی فتح کے بعد مسلمانوں کے سیاسی اقتدار اور حضرت خواجہ کے فیوض وبرکات سے ہندوستان اسلام کے نور سے منور ہوگیا، اسی لئے حضرت کا لقب وارث النبی فی الہند ہے (بزم صوفیہ) حضرت خواجہ صاحب نے مسلسل پچاس سال تک اجمیر ودہلی کو مرکز بنا کر رشد وہدایت کا چراغ جلایا، جس کی وجہ سے جوق در جوق لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے، بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ ان کے ہاتھوں پر نوے لاکھ ہندوستانی مسلمان ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے خواجہ صاحب سے اصلاح وتربیت کا بڑا کام لیا، ان کی نظر میں تاثر کا یہ عالم تھا کہ جس کی طرف دیکھ لیتے تو معصیت کے سوت اس کی زندگی میں خشک ہو جاتے تھے، ان سے سلوک ومعرفت کی تعلیم پانے والے لوگوں کی بڑی لمبی فہرست ہے، جنہوں نے رشد وہدایت اور تزکیہ باطن کی عظیم خدمات انجام دیں، ان میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، شیخ وجیہ الدین، شیخ حمید الدین صوفی، خواجہ سلیمان غازی، جے پال جوگی المعروف بہ عبداللہ کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ یہ بزرگان دین مختلف مقامات پر شمع اسلام روشن کرتے رہے، جب دہلی سیاسی مرکز بنا تو خواجہ صاحب نے قطب الدین بختیار کاکی کو اپنا جانشیں بنا کر ۹۰ سال کی عمر میں رب ذو الجلال سے جاملے، سیر الاقطاب میں ہے کہ وفات کے دن عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے حجرہ کا دروازہ بند کرلیا، حجرہ کے باہر خانقاہ کے رہنے والوں کے کانوں میں ایسی آواز آتی رہی جیسے کوئی پاؤں کو وجد کی حالت میں پٹکتا ہو، ان کو خیال ہوا کہ خواجہ صاحب پر وجد کا عالم طاری ہے، آخر شب میں یہ آواز بند ہوگئی، فجر کی نماز کا وقت آیا تو دروازے پر دستک دی گئی، لیکن اندر سے کوئی آواز نہیں آئی، جب دروازہ کسی طرح کھولا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ حبیب اللہ حب اللہ کی خاطر جاں بحق ہوگئے (بزم صوفیہ) حضرت خواجہؒ کے زندگی بہت سادہ لیکن پرکشش تھی، بزم صوفیہ کے مصنف نے ان کی درویشانہ زندگی کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا کہ: تمام عمر عشق الٰہی میں وارفتہ وبے خود رہنے کے ساتھ محبت رسول کے نشے میں بھی سرشار رہے، اپنے ملفوظات میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بہت ہی والہانہ انداز میں فرماتے تھے، اور اکثر حدیث نبوی بیان فرما کر رونے لگتے تھے، ایک جگہ ملفوظات میں فرمایا کہ افسوس ہے اس شخص پر جو قیامت کے دن آپ سے شرمندہ ہوگا، اس کی جگہ کہاں ہوگی جو آپ سے شرمندہ ہوگا، وہ کہاں جائے گا، یہ فرما چکے تو ہائے ہائے کر کے رو پڑے، پھر آگے لکھا کہ رات کو کم سوتے اور بالعموم عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے تھے، کلام پاک ایک بار دن میں اور ایک بار رات میں ختم کرتے، مجاہدہ کے ابتدائی دور میں جب کسی شہر میں وارد ہوتے تو قبرستان میں قیام فرماتے، مگر جب لوگوں کو ان کی خبر ہو جاتی تو وہاں توقف نہ کرتے اور چپ چاپ کسی طرف روانہ ہو جاتے۔

طبعیت میں حلم وعفو کی درویشانہ صفات منتہائے کمال تک پہنچی ہوئی تھی، ایک بار ایک بد باطن شخص حضرت خواجہؒ کو قتل کرنے کے ارادہ سے آیا، حضرت خواجہ کو اس کا علم نور باطن سے ہوگیا، وہ شخص جب نزدیک آیا تو بہت ہی اخلاص سے پیش آئے اور اپنے پاس بٹھا کر فرمایا کہ جس ارادہ سے آئے ہو، اس کو پورا کرو، یہ سنتے ہی وہ شخص کانپنے لگا، سربسجود ہو کر عاجزی سے بولا کہ مجھ کو لالچ دے کر آپ کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا، یہ کہہ کر بغل سے چھری نکالی اور سامنے ڈال دی، پھر قدموں پر گر کر کہنے لگا کہ آپ مجھ کو اس کی سزا دیجئے، بلکہ میرا کام ہی تمام کر دیجئے، خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہم درویشوں کا شیوہ ہے کہ ہم سے کوئی بدی بھی کرتا ہے تو ہم اس کے ساتھ نیکی سے پیش آتے ہیں، تم نے تو میرے ساتھ کوئی برائی نہیں کی، یہ کہہ کر اس کے لئے دعائیں کیں، وہ شخص بہت متاثر ہوا، اور اسی وقت سے خدمت میں رہنے لگا، حضرت خواجہ کی دعاؤں کی بدولت اس کو ۴۵ بار حج کعبہ کی سعادت ہوئی اور اسی مقدس سرزمین میں پیوند خاک بھی ہوا۔

حضرت خواجہ صاحب کو اپنے خلفا اور مریدین سے غیر معمولی محبت تھی، خانہ کعبہ میں دعا کی تھی کہ قیامت تک خانوادہ چشتیہ کا سلسلہ قائم رہے، چنانچہ یہ سلسلہ اب تک قائم ہے اور انشاء اللہ رہے گا۔

فقر ودرویشی کے باوجود ان کی خانقاہ میں شاہانہ فیاضیوں کا دریا بہتا تھا، مطبخ میں روزانہ اتنا کھانا پکتا تھا کہ تمام غرباء ومساکین سیر ہو جاتے تھے۔ (قطب الاقطاب)

پڑوسیوں میں کسی کا انتقال ہوجاتا تو جنازہ کے ہمراہ ضرور تشریف لے جاتے، نماز جناہ اور تدفین کے بعد جب تمام لوگ واپس ہوجاتے تو تنہا اس کی قبر پر بیٹھے رہتے اور دعا میں جو اس وقت کے لئے موزوں ہیں پڑھتے، ایک بار ایک ہمسایہ کا انتقال ہوا تو حسب معمول جنازہ کے ساتھ گئے، حضرت قطب الدین بھی معیت میں تھے، جب تمام لوگ لوٹ گئے تو حضرت خواجہ ہمسایہ کی قبر پر ٹھہر گئے، حضرت خواجہ قطب الدین فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ یکا یک متغیر ہوگیا، پھر اسی وقت اصلی رنگ پر آگیا، اور آپ الحمد للہ فرماتے ہوئے کھڑے ہوگئے، حضرت قطب الدین نے چہرے کے رنگ کے تغیر کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ قبر میں عذاب کے فرشتے آئے تھے، لیکن پھر رحمت الٰہی نازل ہوئی، خود بھی عذاب قبر سے بے حد خائف رہتے تھے، اور جب کبھی قبر کا ذکر آتا تو گریہ طاری ہوجاتا، اور کبھی چیخیں مار کر روتے۔

خواجہ صاحب کے فقیرانہ لباس میں دوہرا بخیہ ہوتا تھا، اگر وہ پھٹ جاتا تو جس رنگ کا کپڑا مل جاتا اسی کا پیوند لگا لیا کرتے تھے، کھانا بہت کم تناول فرماتے، ریاضت کے ابتدائی زمانہ میں لگاتار سات سات دن تک روزے رکھتے، اور صرف پانچ مثقال کی ٹکیہ سے روزہ افطار کرتے، سیر الاقطاب کے مولف کا بیان ہے کہ وہ صائم الدہر رہے، سفر میں تیر وکمان، نمکدان اور چقماق ساتھ رکھتے، اور شکار کے کباب سے روزہ افطار فرماتے تھے (بزم صوفیہ)

موجودہ حالات اور مسلمانوں کی معاشی دشواریوں کا حل

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

مسلمانوں کوجن مختلف پہلووؤں سے نظرانداز کیا جارہا ہے،اُن میں ایک بنیادی چیز معیشت ہے، گورنمنٹ ملازمت میں اُن کا حصہ ناقابل بیان حدتک کم ہوگیا ہے یا کردیا گیا ہے،مرکزی ملازمتوں میں بھی اور ریاستی ملازمتوں میں بھی، اُن ملازمتوں میں بھی جن کے لئے اعلیٰ تعلیم اورلیاقت کی ضرورت ہے اوراُن ملازمتوں میں بھی جن کے لئے تعلیم کی ضرورت نہیں ہے یا بہت ہی معمولی لیاقت درکار ہے، جیسے: درجہ چہارم کی ملازمتیں، پرائیوٹ اور غیرملکی کمپنیوں کے آنے سے مسلمانوں کو کچھ فائدہ ہوا ہے؛ کیوں کہ اس میں ریزرویشن نہیں ہے اورایک حدتک مذہبی تعصب سے آزاد ہوکر صلاحیت کی بنیاد پر ملازمتیں دی جاتی ہیں؛لیکن حکومت اب اس کو بھی بعض جہتوں سے اپنے کنٹرول میں لانا چاہتی ہے،خاص کر ریزرویشن کے مسئلہ میں۔

یہ بات ظاہر ہے کہ اِس دنیا کے نظام میں معاشی ترقی کے بغیر کوئی قوم سُرخ رُو نہیں ہوسکتی اور نہ آبرومندانہ زندگی گزارسکتی ہے،اس کے علاوہ اس کا ایک دینی پہلو بھی ہے، معاشی پسماندگی انسان کوضمیر فروشی بلکہ کھلے طور پر ایمان کا سودا کرنے کے راستہ پر لے جاتی ہے، بہت سے علاقوں میں غریب مسلمان عیسائی مشنریز کا شکار ہورہے ہیں،بعض جگہ سنگھ پریوار کی ذیلی تنظیمیں انھیں ہندو بنانے کے لئے کوشاں ہیں، قادیانیوں کا پورا تبلیغی مشن غریب اور نادار مسلمانوں ہی کے درمیان سرگرم عمل ہے،قرض دینے کے نام پر کئی ادارے قائم ہورہے ہیں اور یہ بالآخر قرض کے بدلہ مقروضوں کا ایمان خرید کرلیتے ہیں، مسلمانوں کی بڑی تعداد اپنا کما حقہ علاج نہیں کراسکتی، وہ ذاتی مکان سے محروم ہے، مسلمان کاشتکار اپنی زراعت کے لئے سودی قرض حاصل کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے، ایسے واقعات بھی سامنے آرہے ہیں اور بعض مزدور پیشہ اور ملازمت پیشہ عورتیں گناہ میں مبتلا ہورہی ہیں۔

ہمارے معاشرہ میں اِن واقعات کا بڑا سبب مسلمانوں کی معاشی پسماندگی، بے روزگاری اور انتہائی درجہ کی غربت ہے، اگرچہ ان واقعات کے اور اسباب بھی ہوسکتے ہیں؛ لیکن یہ اس کا ایک نہایت اہم سبب ہے، موجودہ حالات میں مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے کہ وہ حکومت پر منحصر ہوئے بغیر کس طرح اپنی معیشت کو سنبھال سکتے ہیں؟ اس سلسلہ میں تعلیم کو تو بنیادی اہمیت حاصل ہے ہی؛ لیکن یہ تو اُن لوگوں کے لئے ہے، جو ابھی تعلیم حاصل کرنے کی عمر میں ہیں اور پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اب تعلیم کا رشتہ روزگار سے ٹوٹتا جارہا ہے، لاکھوں گریجویٹس اور انجینیئرس ہیں جو روزگار سے محروم ہیں، کتنے ہی گریجویٹ آٹو رکشا چلارہے ہیں، اور کتنے ہی انجینئر معمولی کاموں کے ذریعہ اپنا پیٹ بھررہے ہیں، اب تو بے روزگار ڈاکٹروں کی بھی اچھی خاصی تعداد ہوگئی ہے؛ اس لئے ہمیں غور کرنا چاہئے کہ روزگار کے وہ کیا مواقع ہیں، جن میں ہم حکومت کے محتاج نہ ہوں اور جن کو اپنے طور پر کیا جاسکتا ہو؟

یہ تو اصل میں معاشی ماہرین کے غور کرنے کا موضوع ہے؛ لیکن ہم جیسے لوگ جو سطحی طور پر ایسے مسائل کو دیکھتے ہیں، ان کے لحاظ سے تین باتیں مسلمانوں کے لئے اس وقت بہت اہم ہیں، ایک: تجارت، دوسرے: چھوٹی صنعتوں کا قیام، تیسرے: ہنرمندی، اللہ تعالیٰ نے تجارت میں بڑی برکت رکھی ہے، رسول اللہ ﷺ خود تاجر تھے اور ایک کامیاب تاجر تھے، آپ نے نہ صرف مقامی طور پر تجارت کی؛ بلکہ مکہ کا مال شام پہنچاتے اور وہاں کا مال مکہ لاتے، گویا آپ ﷺ ایکسپورٹ، ایمپورٹ بھی کیا کرتے تھے، آپ ﷺ نے تجارت کی اخلاقیات کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے کہ تجارت میں جھوٹ نہ ہو، دھوکہ نہ ہو، معاملات میں وضاحت ہو، ابہام نہ ہو، کم نفع حاصل کرکے زیادہ مال بیچا جائے، آپ نے تجارت کی ترغیب دی یہاں تک فرمایا کہ قیامت کے دن سچے تاجر کا حشر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا اور اس کو نیک ترین لوگوں کی رفاقت حاصل ہوگی۔ (ترمذی عن ابی سعید خدریؓ، کتاب البیوع، باب ماجاء فی التجارۃ)

خود قرآن مجید نے بھی تجارت کی ترغیب دی ہے، سورہ قریش میں خاص طور پر قریش کے تجارتی اسفار کا ذکر کیا گیا ہے، جو گرما میں شام کی جانب اور سرما میں یمن کی جانب ہوا کرتا تھا اور اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے احسان کے طور پر کیا گیا ہے، سورہ جمعہ میں تلقین کی گئی ہے کہ نماز ادا کرنے کے بعد زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کی روزی کو تلاش کرو، خود قرآن مجید میں اس کا اشارہ موجود ہے کہ یہ پھیلنا تجارت کے لئے تھا؛ غرض کہ تجارت ایک بہت ہی بابرکت اور آزاد ذریعۂ معاش ہے، امام شافعیؒ کا نقطۂ نظر ہے کہ تجارت سب سے افضل ذریعۂ معاش ہے (عمدۃ القاری: ۶-۱۸۱) چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور اکثر مہاجرین صحابہؓ نے تجارت کو اپنا ذریعۂ معاش بنایا تھا۔

تجارت ایسا ذریعۂ معاش ہے جو شہر، قصبہ، گاؤں، ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ، ہاسپٹلوں اور تعلیمی اداروں کے قریب ہر جگہ شروع کیا جاسکتا ہے اور اگر تاجر اچھی طرح جائزہ لے کہ کہاں کس چیز کی کھپت ہے؟ تو وہ ضرور اپنی تجارت میں کامیاب ہوگا، ہندوستان کے بعض علاقوں خاص کر گجرات، ممبئی، کلکتہ وغیرہ میں مسلمانوں نے چھوٹی بڑی تجارت کی طرف توجہ دی ہے، اس کی وجہ سے وہاں کے مسلمان بحمد اللہ خوش حال ہیں، ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو عمومی طور پر تجارت کی طرف متوجہ کیا جائے، تاکہ وہ اپنے روزگار کے معاملہ میں زیادہ سے زیادہ خود مکتفی ہوسکیں۔

دوسری چیز جس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے، وہ ہے چھوٹی صنعتیں، رسول اللہ ﷺ نے صنعت وحرفت سے واقف مسلمان کی تعریف کی ہے: ان اللہ یحب المومن المحترف (مجمع الزوائد: باب الکسب والتجارہ) بھاری صنعتیں تو بہت خرچ طلب ہوتی ہیں، اس کے قیام میں قانونی مسائل بھی درپیش ہوتے ہیں، اور اس پر جس طبقہ کی اجارہ داری ہے، وہ عموماً مسلمانوں کا راستہ کاٹنے کی کوشش کرتے ہیں، تو کوشش تو بڑی صنعتوں کے لئے بھی کرنی چاہئے، اس سے صرف صنعت کے مالک ہی کو نہیں؛ بلکہ بہت سے لوگوں کو روزگار ملتا ہے؛ لیکن چھوٹی صنعتوں میں نسبتاً کم دشواریاں ہیں اور کم سرمایہ سے ان کا قیام عمل میں آسکتا ہے، جن شہروں میں مسلمانوں نے چھوٹی صنعتوں کی طرف توجہ کی ہے، جیسے: بنارس، مئو، مرادآباد، کانپور، چنئی، فیروزآباد، مالیگاؤں، بھیونڈی وغیرہ، وہاں اُن کی معاشی حالت بہتر ہے، اب چھوٹی صنعتوں کا دائرہ بہت وسیع ہوگیا ہے، اس کے لئے باضابطہ ٹریننگ کورس بھی ہیں اور ان کورسوں میں داخلہ کے لئے زیادہ تعلیم کی ضرورت نہیں ہے، مسلم سماج میں اس کو فروغ دینے کی ضرورت ہے، ان صنعتوں کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس میں گھر کے تمام افراد شامل ہوجاتے ہیں، اور خواتین بھی اپنے گھروں میں رہتے ہوئے اس کا حصہ بن سکتی ہیں۔

تیسرا ضروری شعبہ ہے ہنرمندی کا، جس کو آج کل حکومت ''اسکیل ڈیولپمنٹ'' کے عنوان سے فروغ دینے کے لئے کوشاں ہے، جیسے: الیکٹریشن، پلمبر وغیرہ، اس میں خواتین کے لئے بھی متعدد کورس ڈیزائن کئے گئے ہیں، ان فنون کی تربیت کے لئے سرکاری ادارے بھی قائم ہیں اور پرائیویٹ ادارے بھی ہیں، شخصی طور پر بھی اس کی تربیت حاصل کی جاسکتی ہے، جیسے: اے سی ورکشاپ میں ایئرکنڈیشن کی، موٹر میکینک کے ساتھ رہ کر اُن کے فن کی، یہ بھی کسبِ معاش کا اہم شعبہ ہے، ڈاکٹرس اور انجینئرس کی ضرورت تو کم ہوتی جارہی ہے؛ لیکن ہنرمندوں کی ضرورت بڑھتی جارہی ہے اور متمول ملکوں میں بھی ایسے ماہرین کی بہت زیادہ طلب ہے، اس میدان میں ماشاء اللہ مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد ہے؛ لیکن اب بھی بے روزگار نوجوانوں کے لئے اس بات کے کافی مواقع ہیں کہ کوئی ہنر سیکھ کر ملک یا بیرون ملک میں محنت اور عزت کی روزی حاصل کرسکیں۔

اسکول کے نصاب تعلیم میں تبدیلی کی تیاری

ڈاکٹر مشتاق احمد دربھنگہ

اس وقت پوری دنیا کورونا وبا کے مضر اثرات سے دوچار ہے۔ اس سے اپنا وطن عزیز بھی مستثنیٰ نہیں ہے بلکہ متاثرین اور مرنے والوں کے اعداد وشمار کے مطابق عالمی سطح پر ہندوستان چوتھے نمبر پر آگیا ہے اور جس تیز رفتاری سے کورونا کی توسیع ہورہی ہے، اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ ملک میں کب تک اس کی توسیع ہوتی رہے گی اور اس لاعلاج وبا سے لوگ باگ کی اموات ہوتی رہے گی، لیکن اس خوف وہراس کے ماحول میں بھی حکومت اپنے مخصوص نظریاتی ایجنڈوں کو پورا کرنے کیلئے عملی طور پر فعال بھی نظر آرہی ہے۔ گزشتہ پانچ مہینے سے تمام تر سرکاری اور غیر سرکاری تعلیمی ادارے بند ہیں۔ تعلیمی سرگرمیاں معطل ہوکر رہ گئی ہیں۔ البتہ بعض اداروں کے ذریعہ آن لائن نصاب پورے کئے جارہے ہیں، لیکن آن لائن تعلیم کتنی مفید ہے یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ ہمارے ملک میں آن لائن تعلیم کے بنیادی ڈھانچے تیار ہونے میں ابھی کافی وقت لگیں گے۔

بہرکیف! اس وقت قومی سطح پر اسکولی نصاب میں تبدیلی کا خاکہ تیار ہوچکا ہے اور حکومت اس پر بہت تیزی سے کام بھی کررہی ہے۔ ضابطے کے مطابق قومی سطح پر ماہرین سے مشورے طلب کئے گئے ہیں۔ ہر ایک اضلاع میں اس خاکے پر مذاکرے اور سمینار کرنے کی ہدایت دی گئی ہے اور خاکے کی منظوری کے بعد مرکزی ادارہ این سی آر ٹی اسکولی نصاب تیار کرے گا۔ اس وقت کورونا کی وجہ سے تمام تر نقل وحرکت معطل ہے، دفتری کام بھی ضروریات کے مطابق ہی ہورہے ہیں۔ ایسے وقت میں ملک کے اسکولی نصاب کو آناً فاناً تیار کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ واضح ہو کہ کسی بھی ملک کی سمت ورفتار کے تعین میں اسکولی نصاب کو کلیدی حیثیت حاصل ہوتی ہے کیوں کہ ملک کے مستقبل کی ذہن سازی اسکولی نصاب کے ذریعہ ہی ہوتی ہے۔ اسکولی طلباء وطالبات کا ذہن گیلی مٹی کی طرح ہوتا ہے۔ اس وقت اس کو جس روپ میں ڈھالنا چاہیں ہم ڈھال سکتے ہیں۔ اگر اسکولی نصاب کو ہندوستان جیسے کثیر اللسان، کثیر المذاہب اور کثیر التہذیب وتمدن کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تیار نہیں کیا گیا تو پھر ملک کی تکثیریت کیلئے خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ واضح ہو کہ اس سے پہلے ۲۰۰۵ میں اسکولی تعلیم کے نصاب پر قومی سطح پر مذاکرہ وسمینار وورکشاپ منعقد کئے گئے تھے اور اسی کی بنیاد پر ۲۰۰۶ میں ایک نصاب تیار ہوا تھا۔ اگر قومی تعلیمی پالیسی کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ اسکولی نصاب میں ۱۹۷۵ء، ۱۹۸۸ء، ۲۰۰۰ء اور ۲۰۰۵ء میں تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۲۰۰۰ء میں جب نئے اسکولی نصاب کا خاکہ اضلاع میں بھیجا گیا تھا تو اس وقت درجنوں اجتماعی جلسوں اور تعلیمی اداروں میں ورکشاپ ومذاکرے کے ذریعہ اس خاکے کو حتمی شکل دی گئی تھی۔ مختلف طبقے کے ماہرینِ تعلیم کو مدعو کیا گیا تھا۔ تعلیمی شعبے کے علاوہ دیگر شعبۂ حیات سے تعلق رکھنے والے مثلاً ڈاکٹر، انجینئر، تاجر، وکلاء، سماجی کارکن اور رضا کار تنظیموں کے اراکین کو مدعو کیا گیا تھا اور پھر ایک خاکہ تیار ہوا تھا جس میں قومی یکجہتی اور مذہبی رواداری کو اہمیت دی گئی تھی تاکہ ہندوستان جیسے کثیر المذاہب اور سیکولر ملک کی نئی نسل کی ذہن سازی کی جاسکے، مگر اس دفعہ ایسا کچھ نہیں ہورہا ہے۔ البتہ اس نئے خاکہ میں کمپیوٹر سائنس اور جدید تکنیک پر زیادہ توجہ دینے کی بات کہی گئی ہے۔ اسکولوں میں بھی سائنسی لیباریٹری پر فوکس کیا گیا ہے اور پہلے درجہ سے بارہویں تک کیلئے ایک صحت مند نصاب کی وکالت کی گئی ہے جس میں تخلیقی شعور، کھیل کود، ثقافت اور تہذیب وتمدن کے اسباق کی شمولیت کو لازمی بنانے کی بات کہی گئی ہے لیکن سچائی یہ ہے کہ اس وقت جس طرح کی نظریہ سازی کا ماحول ہے، اس میں کس طرح کا نصاب تیار ہوگا اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

خیال رہے کہ گزشتہ دودہائیوں میں اسکولی نصاب میں جس طرح ملک کی آئینی روح کو مجروح کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ قومی سطح پر ملک کی تکثیریت کے تانے بانے ٹوٹے ہیں کیوں کہ ملک میں ایک خاص شدت پسند تنظیم کے زیراہتمام پچیس ہزار سے زائد اسکولیں جاری ہیں اور ان اسکولوں میں جس طرح کی ذہن سازی ہورہی ہے اس کے اثرات نمایاں ہیں کہ کس طرح ملک کی قومی ہم آہنگی کو خسارہ عظیم پہنچا ہے۔ اب جب کہ ایک خاص نظریہ سازی کا ماحول ہے اور اس میں اسکولی نصاب کا خاکہ تیار کیا جارہا ہے اور پھر اسے حتمی صورت دی جائے گی اور نیا نصاب قومی سطح پر نافذ کیا جائے گا، ایسے وقت میں ضرورت ہے کہ ملک کے ماہرینِ تعلیم اس خاکہ کا بغور مطالعہ کریں اور نصاب سازی کے وقت بھی چاق وچوبند رہیں کہ کہیں اس طرح کا نصاب نہ تیار ہوجائے جو ملک کی آئینی روح کو مجروح کرنے والا ہو۔ بالخصوص اقلیتی طبقے کے ماہرینِ تعلیم اور ادارہ سازوں کو قدرے زیادہ ہی محتاط رہنے کی ضرورت ہے اور اس خاکے پر غوروفکر کرنے کیلئے اجتماعی مذاکرے اور ورکشاپ منعقد کرنے کی بھی ضرورت ہے، کیوں کہ اگر اس وقت ہماری طرف سے کوئی مشورہ نہیں دیا جاتا ہے تو سرکاری ایجنسی کل کو یہ بات کہہ سکتی ہے کہ عوام الناس سے مشورہ طلب کیا گیا تھا، لیکن اس وقت اس خاکہ پر کسی طرح کا اعتراض نہیں ہوا۔ اس لئے خاکہ سازی سے لے کر نصاب کے تیار ہونے تک اس پر نظر رکھنی ہوگی کہ کیا اسکولی نصاب کو ایک خاص نظریئے کے رنگ میں رنگنے کی کوشش تو نہیں ہورہی ہے کیوں کہ اگر ایسا ہوتا ہے تو وہ نہ صرف کسی خاص طبقے کیلئے مضر ثابت ہوسکتا ہے بلکہ ملک کی سالمیت کیلئے بھی خطرہ پیدا کرسکتا ہے۔ درجہ اول سے بارہویں تک کے نصاب میں تبدیلی کا عمل ممکن ہے بہت جلد پورا ہوجائے اور پھر این سی آر ٹی کے ذریعہ کتابیں تیار کی جانے لگیں کیوں کہ قومی سطح پر این سی آر ٹی ہی اسکولی نصاب کو تیار کرتا رہا ہے اور اب بھی یہ کام اسی کے ذمہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اس وقت تمام اداروں پر ایک خاص نظریے کے لوگوں کو بٹھایا گیا ہے اور ان کے خاص مقاصد بھی ہیں لیکن ہم ایک جمہوری ملک میں رہتے ہیں اور ہمیں یہ آئینی حقوق حاصل ہیں کہ ہم ملک وقوم کے مفاد میں اپنی آواز بلند کرتے رہیں۔ لیکن آئین کا تقاضہ یہ ہے کہ ہمیں بھی تمام تر ذہنی تعصّبات وتحفظات سے اوپر اٹھ کر بروقت آواز بلند کرنی ہے کہ وقت گزرنے کے بعد ہماری ہر ایک صدا، صدا بہ صحرا ہی ثابت ہوگی۔ اس لئے تمام رضا کار تنظیموں، سماجی کارکنوں اور بالخصوص تعلیمی شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اپنے ضلع میں قومی اسکولی نصاب کے خاکہ کے تعلق سے اپنا تحریری مشورہ دیں تاکہ اسکولی نصاب قومی رائے عامہ کا آئینہ دار بن سکے۔

سید محمد عادل فریدی

اخبارِ جہاں

ڈبلیو ایچ او نے روس کے ہیلتھ کیئر سسٹم کی ستائش کی

عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) نے روس میں کورونا وبا کی زد میں آئے مریضوں کے علاج کے لئے دستیاب وسائل کے ممکنہ استعمال پر صحت نظام کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ روس کووڈ۔19 کے ممکنہ دوسرے دور سے نمٹنے کے لئے بھی تیار ہے۔روس میں ڈبلیو ایچ او کی ترجمان میلٹا وزنووک نے ایک بیان میں کہا: ''وبا کا جب آغاز ہوا تھا تب ہمیں اس وائرس کے بارے میں کم معلومات تھی۔روس کے صحت نظام نے لوگوں کو صحت مندر رکھنے کی سمت میں اپنے وسائل کا استعمال کیا اور ہر ممکن اقدامات اٹھایا۔'' (یو این آئی)

بائیڈن کے امریکہ میں کوئی محفوظ نہیں ہوگا: ٹرمپ

امریکی صدر ٹرمپ نے ممکنہ ڈیموکریٹ صدارتی امیدوار جو بائیڈن پر سوشلسٹ ہونے کا الزام لگایا ہے اور انہیں سینیٹر برنی سینڈرز کا کٹھ پتلی قرار دے دیا۔دوسری جانب امریکی صدر ٹرمپ نے اپنے دیرینہ ساتھی اور سابق مشیر راجر اسٹون کی چالیس ماہ قید کی سزا ختم کر دی ہے۔ وائٹ ہاؤس نے کہا ہے کہ راجر اسٹون اب آزاد شخص ہیں۔ٹرمپ کی جانب سے یہ اعلان راجر اسٹون کی سزا شروع ہونے سے چند روز قبل سامنے آیا ہے۔راجر اسٹون کو ۲۰۱۶ء کے امریکی انتخابات میں روس کی مبینہ مداخلت کی تحقیقات میں امریکی کانگریس کے سامنے جھوٹا بیان دینے پر سزا سنائی گئی تھی۔ایک سروے کے مطابق مارچ سے جون تک ٹرمپ کے مقابلے میں جو بائیڈن کی مقبولیت میں ۱۲/ پوائنٹس کا اضافہ ہوا ہے۔ (یو این آئی)

سنگاپور کے عام انتخابات میں حکمران پی اے پی کی فتح

سنگاپور کی برسر اقتدار پیپلز ایکسن پارٹی (پی اے پی) نے پارلیمانی انتخابات میں ۹۳/ میں سے ۸۳/ نشستیں جیت کر ایک بار پھر اقتدار حاصل کرلیا ہے۔الیکشن آفیسر تان مینگ دوئی نے اس بارے میں تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ پی اے پی کو اس بار ۲۴ء۶۱/ فیصد ووٹ ملے، حالانکہ یہ ۲۰۱۵ء کے مقابلے میں آٹھ فیصد کم ہے۔اسے ۲۰۱۵ء میں ۸۶ء۶۹/ فیصد ووٹ ملے تھے۔ پی اے پی کے علاوہ ورکس پارٹی کو ۱۰/ نشستیں ملی ہیں۔اسے ۲۰۱۵ء کے مقابلہ چار نشستیں زیادہ ملی ہیں۔پی اے پی کو ایس ایم سی کی ۸۳/ میں سے ۱۳/ اور جی آر سی سے ۱۵/ نشستیں ملی ہیں جبکہ ورکس پارٹی کو سبھی ۱۰/ نشستیں ہوؤ گانگ، ایس ایم سی، الجینید جی آر سی اور سینگ کانگ جی آر سی ملی ہیں۔سنگاپور کے وزیر اعظم لی ہسین لونگ نے انتخابات میں فتح پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''میں کووڈ۔19 وبا سے نمٹنے اور اقتصادی حالات مضبوط کرنے اور اس بحران سے نکلنے کیلئے اس رائے عامہ کا استعمال کروں گا۔سنگاپور کے عوام کے ذریعہ مجھ پر اور پارٹی پر اعتماد کرنے پر میں فخر محسوس کر رہا ہوں''۔ (یو این آئی)

آیا صوفیہ کی میوزیم کی حیثیت ختم، مسجد میں بدلنے کا صدارتی حکم نامہ جاری

ترکی کے صدر رجب طیب اردوغان نے استنبول کی تاریخی اہمیت کی حامل عمارت آیا صوفیہ کو مسجد میں تبدیل کرنے کے صدارتی حکم نامے پر دستخط کر دیے ہیں۔ترکی کے صدر کی طرف سے یہ صدارتی حکم نامہ جمعہ کو ترکی کے ایک عدالت کے اس فیصلے کے بعد جاری کیا گیا ہے، جس میں آیا صوفیہ کی عمارت کی میوزیم کی حیثیت کو ختم کر دیا گیا تھا۔یہ عمارت جو ڈیڑھ ہزار سال پہلے ایک کلیسا کے طور پر تعمیر کی گئی تھی، اس کی حیثیت کو بدلنے کا فیصلہ تنازع کا باعث رہا ہے۔سلطنت عثمانیہ کے دور میں اس عمارت کو کلیسا سے مسجد میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔جولائی کے شروع میں ترکی میں کاؤنسل آف سٹیٹ نے استنبول میں موجود آیا صوفیہ کو ایک مسجد میں تبدیل کرنے سے متعلق فیصلہ مؤخر کیا تھا جو جمعے کو سنایا گیا جس کی وجہ سے اس صدارتی فیصلے کی راہ ہموار ہوئی ہے۔ (بی بی سی لندن)

امریکہ کی سپریم کورٹ نے ریاست اوکلاہوما کے نصف علاقے کو قدیم باشندوں کی ملکیت قرار دیا

امریکہ کی سپریم کورٹ نے اپنے ایک فیصلے میں کہا ہے کہ امریکی ریاست اوکلاہوما کا نصف سے زیادہ علاقہ ''نیٹیو امریکنز'' (Native Americans) یعنی ایسے افراد کی ملکیت ہے جن کی آبائی سرزمین امریکہ ہے۔نو ججوں پر مشتمل ایک بینچ نے چار کے مقابلے میں پانچ ووٹ سے یہ فیصلہ سنایا جس کے مطابق ریاست کا دوسرا سب سے بڑا شہر ٹلسا بھی اب ان مقامی افراد کی ملکیت ہوگا۔سپریم کورٹ کے اس فیصلے کا مطلب یہ ہے کہ ان علاقوں میں ہونے والے جرائم کے سلسلہ میں اگر قبائلی باشندوں کو ریاستی عدالتوں سے سزائیں ملی ہیں تو وہ ان کو چیلنج کر سکتے ہیں۔اس صورت میں اب صرف وفاقی حکام کے پاس یہ حق ہے کہ وہ ایسے علاقوں میں ہونے والے جرائم کے خلاف نیٹیو امریکیوں پر مقدمہ چلائیں۔خبر رساں ادارے روئٹرز کے مطابق وہ قبائل جو ان مقامات کی حدود میں رہتے ہیں وہ شاید اب ریاست کو ٹیکس ادا کرنے سے چھوٹ حاصل کر لیں گے۔واضح ہو کہ تیس لاکھ ایکڑ پر مشتمل اس علاقے میں ۱۸/ لاکھ افراد رہائش پزیر ہیں جس میں سے ۱۵/ فیصد نیٹیو امریکی ہیں۔ (بی بی سی لندن)

اویغور برادری کے استحصال کی وجہ سے امریکہ نے اعلیٰ چینی حکام پر پابندیاں عائد کیں

امریکہ نے اُن چینی سیاستدانوں پر پابندیاں عائد کرنے کا اعلان کیا ہے جو اس کے مطابق چین کے سنکیانگ صوبے میں مسلم اقلیتوں کے خلاف انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے ذمہ دار ہیں۔کمیونسٹ پارٹی کے علاقائی سربراہ چین چوانگو اور تین دیگر حکام کے امریکہ میں موجود مالی مفادات ان پابندیوں کی زد میں آئیں گے، ان پابندیوں کے بعد امریکہ میں ان تمام شخصیات کے ساتھ مالی لین دین جرم بن چکا ہے اور امریکہ میں موجود ان کے اثاثے منجمد کر دیے جائیں گے۔خیال رہے کہ چین پر اویغور اور دیگر اقلیتوں کو بڑے پیمانے پر قید کرنے، مذہبی بنیادوں پر ستم ڈھانے اور جبری نس بندی کرنے کے الزامات ہیں۔انسانی حقوق کے کارکنوں کا کہنا ہے کہ سنکیانگ صوبے میں سخت سیکیورٹی والے جیلوں میں تقریباً دس لاکھ مسلمانوں کو حراست میں رکھا گیا ہے، حالانکہ چین نے سنکیانگ میں مسلمانوں کے خلاف کسی قسم کی زیادتی سے انکار کیا ہے۔ (بی بی سی لندن)

بزنس، روزگار و کیریئر

سی بی ایس ای نے نصاب سے شہریت، قوم پرستی اور سیکولرازم کے ابواب کو خارج کیا

سنٹرل بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن نے ۷/ جولائی ۲۰۲۰ء کو جاری نوٹس کے ذریعہ تعلیمی سال ۲۰۲۰۔۲۰۲۱ کے لیے گیارہویں کلاس کے پولیٹیکل سائنس کے نصاب سے فیڈرلزم، شہریت، قوم پرستی اور سیکولرزم سے متعلق ابواب خارج کردیے ہیں۔بورڈ نے کہا کہ یہ تغیرات کورونا وائرس وبائی امراض کے پیش نظر نصاب کو مختصر بنانے کے ایک حصے کے طور پر کی گئی ہیں۔ ''ہمیں مقامی حکومتوں کی ضرورت کیوں ہے؟'' اور ''ہندوستان میں مقامی حکومت کی ارتقا'' جیسے ذیلی ابواب کو بھی نصاب سے ہٹا دیا گیا ہے۔اب یہ موضوعات نصابی کتاب میں نہیں رہیں گے اور نہ امتحان میں ان موضوعات میں سے سوال آئیں گے، البتہ ٹیچروں سے کہا گیا ہے کہ وہ بچوں کو ان موضوعات کے بارے میں بتائیں اور ان کے سیاق وسباق سے انھیں واقف کرائیں۔

یہ تبدیلی وزارت برائے فروغ انسانی وسائل کی ہدایت پر کی گئی ہے، جب اس نے سی بی ایس ای سے کہا تھا کہ تعلیمی سال ۲۰۲۰۔۲۰۲۱ کے لیے کلاس ۹/ سے کلاس ۱۲/ تک کے نصاب کو ۳۰/ فیصد تک کم کیا جائے تا کہ اس دوران ہونے والے تعلیمی نقصان کو پورا کیا جاسکے۔واضح رہے کہ وبائی بیماری کی وجہ سے ۲۵/ مارچ کو ملک بھر میں لاک ڈاؤن کے نفاذ سے ایک ہفتہ قبل ہندوستان میں اسکول اور کالج بند کردیے گئے تھے، جو بدستور ۳۱/ جولائی تک بند رہیں گے۔سی بی ایس ای نے کہا کہ اسکولوں کے نصاب میں نظر ثانی کی گئی ہے کیوں کہ ہندوستان اور دنیا کے دیگر حصوں میں ''غیر معمولی صورت حال'' پیدا ہوئی ہے۔ (دعوت نیوز ڈاٹ نیٹ)

سپریم کورٹ کا اسکول فیس معافی سے متعلق درخواستوں پر سماعت کرنے سے انکار

سپریم کورٹ نے کورونا وائرس کے حوالہ سے ملک بھر میں جاری لاک ڈاؤن کے تناظر میں ملک بھر کے پرائیویٹ اسکولوں کو تین ماہ کی فیس معاف کرنے سے متعلق ہدایت دینے والی عرضی پر جمعہ کو سماعت سے انکار کردیا۔عدالت نے درخواست گزاروں کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی شکایتیں متعلقہ ریاستوں کے ہائی کورٹس کے سامنے رکھیں۔چیف جسٹس شرد اروند بوبڈے، جسٹس آر سبھاش ریڈی اور جسٹس اے ایس بوپنا پر مشتمل ڈویژن بنچ نے سشیل شرما اور دیگر کی درخواستوں پر سماعت سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ اسکولوں کی فیسوں کے معاملہ کو متعلقہ ریاستوں کی ہائی کورٹس کے سامنے اٹھایا جانا چاہئے۔یہ درخواست دہلی، مہاراشٹر، اتراکھنڈ، ہریانہ، گجرات، پنجاب، اڈیشہ، راجستھان اور مدھیہ پردیش کی گارجین ایسوسی ایشنز کی جانب سے دائر کی گئی تھی، جس میں اپریل، مئی اور جون کی فیس کی معافی کے احکامات دینے اور ملک بھر میں لاک ڈاؤن کی مدت کے دوران کے فیس ڈھانچہ اور کلیکشن کو کنٹرول کرنے کیلئے ایک طریق کار وضع کرنے کے سلسلہ میں ہدایت دینے کی عدالت عظمی سے اپیل کی گئی تھی۔سماعت کے دوران چیف جسٹس نے کہا کہ ہر ایک ریاست کے حالات الگ الگ ہوتے ہیں۔درخواست گزاروں نے یہ درخواست ملک بھر کے اسکولوں کے لئے دائر کی ہے۔جسٹس بوبڈے نے کہا ''یہ ہمارے لئے مسئلہ ہے کہ ملک بھر کے اسکولوں کے بارے میں مجموعی طور پر کون فیصلہ لے گا۔'' ہر ایک ریاست کے الگ الگ مسائل ہیں۔فریقین اس عدالت کے دائرہ اختیار کو کثیر مقصدی سمجھتے ہیں، لیکن صورتحال ہر ریاست اور ہر ضلع کے لئے مختلف ہے۔ (یو این آئی)

یو جی سی طلبہ کو بغیر امتحان کے پاس کرے: راہل گاندھی

کانگریس کے سابق صدر راہل گاندھی نے کورونا کے وبا کے دوران امتحانات کے انعقاد کو غیر منصفانہ قرار دیتے ہوئے اسے ملتوی کر کے طلبہ کو ان کے ریکارڈ کی بنیاد پر پاس کرنے کا مشورہ دیا ہے۔مسٹر گاندھی نے ٹوئیٹ کر کے کہا کہ ''کووڈ۔19 وبا کے دوران امتحانات کا انعقاد انتہائی ناانصافی ہے۔یونیورسٹی گرانٹ کمیشن (یو جی سی) کو طلبہ اور اکیڈمیوں کی بات ضرور سننی چاہئے۔'' انہوں نے کہا کہ ''کووڈ نے سب کو نقصان پہنچایا ہے، ہمارے طلبہ جو کالج، یونیورسٹی میں ہیں ان کو بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔یو جی سی الجھن کی صورت حال پیدا کرنے کے بجائے واضح فیصلہ کر کے طلبہ کو سابقہ کارکردگی کی بنیاد پر بغیر امتحان پاس کرے۔'' (یو این آئی)

این آئی او ایس کے دسویں اور بارہویں کے امتحان منسوخ

ملک میں کورونا بحران کے پیش نظر نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اوپن اسکولنگ (این آئی او ایس) کے ۱۷/ جولائی سے ہونے والے دسویں اور بارہویں کے امتحان رد کردیے گئے ہیں اور ان کلاسوں کے طلبہ اپنے پہلے کے امتحانات کی بنیاد پر ریزلٹ حاصل کرسکیں گے۔مرکزی وزیر برائے فروغ انسانی وسائل رمیش پوکھریال نشانک نے جمعہ کو اس کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ ''طلبہ کی صحت اور ان کے مفادات کا خیال رکھتے ہوئے اب تک کئے گئے فیصلوں کی طرح این آئی او ایس کے طلبہ کے مفاد کے تحت یہ امتحان منسوخ کیے گئے ہیں۔میں ایک بار پھر تمام طلبہ اور والدین کو یقین دلاتا ہوں کہ حکومت ہند اور فروغ انسانی وسائل کی وزارت تمام طلبہ کا مستقبل محفوظ رکھ کر ہی کام کرے گی'' (یو این آئی)

مانو میں اردو میڈیم اساتذہ کے لئے ای لرننگ پر آن لائن ورکشاپ

ای لرننگ کے وسائل اور مسائل سے اساتذہ اردو ذریعہ تعلیم کو روشناس کرانے کی غرض سے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے مرکزِ پیشہ ورانہ فروغ برائے اساتذہ اردو ذریعہ تعلیم کے زیرِ اہتمام ۶/ روزہ آن لائن ورکشاپ کا ۱۳/ تا ۱۸/ جولائی ۲۰۲۰ء انعقاد کیا جا رہا ہے۔مرکز کے ڈائرکٹر پروفیسر محمد عبدالسمیع صدیقی نے کہا کہ سی پی ڈی یو ایم ٹی اپنے قیام سے اُردو کے اساتذہ کے لیے مختلف تربیتی پروگراموں کا انعقاد عمل میں لاتا رہا ہے۔۲۰۰۶ء سے اب تک تین ہزار سے زائد اساتذہ اِن پروگراموں سے استفادہ کر چکے ہیں۔اس چھ روزہ آن لائن ورکشاپ کے لیے کوئی رجسٹریشن فیس نہیں ہے۔ (نیوز۔18 اردو)

طب و سائنس

جامن کے طبی فوائد

جامن ایک سستا اور آسانی سے حاصل ہونے والا پھل ہے- اس پھل کی آمد موسم برسات میں ہوتی ہے اور اسی موسم میں اس کا اختتام بھی ہوجاتا ہے۔ یہ پھل عام پایا جاتا ہے۔ اطباء کے نزدیک جامن کا مزاج دوسرے درجے میں سرد وخشک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کیلئے پھل سبزیوں کی صورت میں جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ اپنے موسمی تقاضوں کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ یہ متعدد عوارضات میں تدبیر کا بھی کام دیتا ہے اس طرح جامن کو ان پھلوں میں شمار کرسکتے ہیں جو غذائی و دوائی فوائد سے مالامال ہیں-

جامن کے اقسام: جامن چھوٹا بھی ہوتا ہے جسے دیسی جامن کہتے ہیں اور بڑا بھی جو پھلندا کہلاتا ہے جبکہ ایک تیسری قسم بھی ہوتی ہے جس کا گودا بہت کم ہوتا ہے۔

جامن کے قیمتی طبی فوائد: جامن کے بے شمار طبی فوائد ہیں اور یہ کئی امراض کے علاج میں فائدہ ثابت ہوا ہے۔ جامن ذیابیطس کنٹرول کرنے میں انتہائی مفید ہے۔ ذیابیطس ٹائپ ون کی بجائے ذیابیطس ٹائپ ٹو میں جامن کا استعمال زیادہ فائدہ مند ثابت ہوتا ہے لیکن اس مرض کی دیگر مروجہ ادویات کے بجائے صرف جامن ہی کے استعمال پر انحصار کسی طور پر مناسب نہیں۔ شوگر کے مریض اگر کبھی کبھار آم کھالیں تو اس کے بعد جامن کھانے سے شوگر لیول اعتدال پر رکھا جاسکتا ہے نیز اس سے آم کی حدت بھی معتدل ہوجاتی ہے -موسم برسات میں اسہال' گیسٹرو اور دیگر پیٹ کے امراض کیلئے بھی جامن کا سرکہ فائدہ مند ہے جو صدیوں سے مستعمل ہے۔ لو لگنے کی صورت میں جامن کھانے سے لو کے اثرات کا خاتمہ ہوجاتا ہے ۔ پھوڑے پھنسیوں سے محفوظ رہنے کیلئے جامن نہایت مفید ہے۔

چہرے کے داغ دھبے ' چھائیاں' جامن یا جامن کے شربت کے مسلسل استعمال کرنے سے دور ہوجاتی ہیں اور چہرے کی رنگت نکھر جاتی ہے۔ چہرے کی شادابی' داغ' دھبے' چھائیاں دور کرنے کیلئے جامن کا بیرونی استعمال بھی کیا جاتا ہے اس مقصد کیلئے جامن کی گٹھلیوں کو پانی میں رگڑ کر اس کا پیسٹ بنائیں اور چہرے پر اس کا لیپ کریں۔ جامن جسم کو تقویت دیتا ہے۔ جامن پیشاب کی جلن میں بھی مفید ہے۔ اگر منہ پک جائے تو جامن کے نرم پتے ایک پاؤ لے کر ایک کلو پانی میں جوش دیں بعد ازاں چھان کر کلیاں کرنے سے فائدہ ہوجاتا ہے۔ جامن کا کھانا آواز کو درست اور گلے کو صاف کرتا ہے۔ رات کو سوتے وقت منہ سے پانی بہنے کی شکایت (بادی کیفیت) کو دور کرتا ہے ۔ جامن تیزابیتِ معدہ کا خاتمہ کرتا ہے۔ معدہ اور آنتوں کی کمزوری کو دور کرنے کیلئے ایک پاؤ جامن کے سرکے میں تین پاؤ چینی ملا کر سکنجبین بنائیں اور صبح وشام استعمال کریں۔ بواسیر کا خون بند کرنے کیلئے بیس گرام جامن کے پتے ایک پاؤ دودھ میں رگڑ کر چھان کر پلانا مفید ہے۔ جامن کو رطوباتی قے اور جی متلانے کے عوارضات میں مفید پایا گیا ہے اور ایسے دست جو موسم برسات میں رطوبا کی وجہ سے ہوجاتے ہیں ان کے لئے جامن کا استعمال ایک مفید غذائی دوائی تدبیر کا درجہ رکھتا ہے-

جامن کے استعمال سے خون کا گاڑھا پن اور بڑھتی ہوئی موسم تیزابیت ختم ہو جاتی ہے- اسی سبب سے یہ خون کے سرطان (کینسر) میں بھی فائدہ مند قرار دیا گیا ہے اپنے سرد خشک مزاج کے سبب جسم کی فلاتو رطوبات کو جذب کرتا ہے جگر اور تلی کے ورم میں اچھے اثرات ظاہر کرتا ہے- جامن میں فولاد کی موجودگی کی وجہ سے خون کے سرخ ذرات کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ جامن کے کیمیائی تجزیہ کے مطابق اس میں فولاد بھی پایا جاتا ہے اس طرح خون کی کمی والے حضرات کے لئے بھی مفید ہے۔ جامن وٹامن) حیاتین ج (کا قدرتی خزانہ ہے اس لئے جن لوگوں کو وٹامن سی کی کمی کے نتیجہ میں مسوڑھوں سے خون آتا ہے جامن کے استعمال کے ساتھ ساتھ اس کے پتوں سے بھی استفادہ کریں کیوں کہ جامن کے پتے اور درخت بھی کام آتے ہیں مسوڑھوں سے خون آنے کی صورت میں جامن کے پتوں کو پانی میں جوش دے کر تھوڑا سا نمک ملا کر غرغرے کرنا مفید ہے-

جامن کا سرکہ : سرکہ جامن معدہ اور آنتوں کو طاقت دیتا ہے اس سے نہ صرف نظام ہضم صحیح رہتا ہے بلکہ غذا بھی جلد ہضم ہوتی ہے۔ بھوک صحیح لگتی ہے۔ اپنے افعال وخواص کے لحاظ سے یہ بھوک لگاتا ہے، گرمی دور کرتا ہے ،خون کا جوش اور تیزابیت دور کرتا ہے۔ گرم مزاج والوں کیلئے ایک عمدہ تحفہ ہے۔

مضبوط دانت اور مسوڑھے : جامن کی لکڑی کا کوئلہ پیس کر قدرے نمک اور سیاہ مرچ ملا کر منجن کی طرح استعمال کرنے سے دانت اور مسوڑھے مضبوط ہوتے ہیں۔ اس طرح جامن کے درخت کی چھال کے جوشاندے سے بھی یہی فوائد ملیں گے۔

منہ کے چھالے : منہ کے چھالوں میں بغیر نمک جامن کا استعمال مفید ہے۔

دمہ اور کھانسی: جامن کے درخت کا چھلکا دو تولہ آدھے کلو پانی میں جوش دیں۔ جب ایک پاؤ پانی باقی رہ جائے تو چار رتی نمک ملا کر صبح وشام پینے سے مرض دمہ اور کھانسی میں مفید ہوتا ہے۔

زخم: جامن کا چھلکا، پانچ تولہ کو ایک کلو پانی میں جوش دیں۔ جب ایک پاؤ پانی رہ جائے تو چھان کر اس نیم گرم پانی سے زخموں کو دھوئیں زخم صحیح ہو جائیں گے۔

نکسیر: جامن کے پھول خشک کر کے خوب باریک پیس کر استعمال کرنے سے نکسیر رک جاتی ہے۔

تلی کا ورم: جامن کا سرکہ کھانے اور ورم پر لگانے سے ورم تلی میں فائدہ ہوتا ہے-

جامن کھانے کا صحیح طریقہ: جامن کھانے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ نمک اور سیاہ مرچ پیس کر کے اس کے ساتھ کھایا جائے-

احتیاطی تدابیر : جس طرح ہر شے میں اعتدال ہی مناسب راہ عمل ہے اس طرح جامن بھی حد اعتدال میں استعمال کریں۔ اس کا زیادہ استعمال قبض کرتا ہے۔ ہمیشہ کھانے کے بعد کھائیں خالی پیٹ کھانے سے درد پیدا کر دیتا ہے-

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیزی ندوی

کورونا کی وبا میں مزید تیزی کا خدشہ: عالمی ادارۂ صحت

عالمی ادارہ صحت کا کہنا ہے کہ کورونا وائرس کی وبا میں مزید تیزی دیکھی جارہی ہے جس کی وجہ سے متاثرین کی اموات میں بھی کافی اضافے کا خدشہ ہے۔ عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) کا کہنا ہے کہ دنیا بھر میں کورونا وائرس کے کیسز میں تیزی سے اضافے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اب لوگوں کا ٹیسٹ زیادہ ہورہا ہے بلکہ اس کا اہم سبب وبا کا تیزی سے پھیلنا ہے۔ ادارے نے متنبہ کیا ہے کہ جس تیزی سے وبا پھیل رہی ہے اس سے متاثرین کی اموات میں بھی زبردست اضافے کا خدشہ ہے۔ ڈبلیو ایچ او میں ایمرجنسی سروسز کے سربراہ ڈاکٹر مائیکل رائن کا کہنا تھا کہ سب سے زیادہ تشویش کی بات یہ ہے کہ وبا سے متاثرین کی تعداد روز بروز تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ غور کرنے کی بات ہے کہ اپریل اور مئی میں ہم ہر روز تقریباً ایک لاکھ کیسز سے نمٹتے تھے اور آج یہ تعداد دو لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ یہ صرف ٹیسٹنگ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ وبا میں تیزی آئی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ چونکہ وائرس کو مریض کے اندر پوری طرح سے اثر انداز ہونے میں وقت لگتا ہے اس لیے کیسز کی تعداد میں اضافہ اور اس سے ہونے والی اموات کی تعداد سامنے آنے میں ایک وقفہ رہتا ہے۔ انہوں نے متنبہ کیا کہ گزشتہ چند ہفتے اس بیماری میں جو تیزی دیکھی گئی ہے اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس وبا سے آنے والے دنوں میں بھی ہلاکتوں میں اضافے کا خدشہ ہے۔ عالمی سطح پر کورونا وائرس سے متاثرین کی تعداد اس وقت ایک کروڑ اٹھارہ لاکھ کے قریب ہے جبکہ پانچ لاکھ بیالیس ہزار سے زائد افراد اب تک ہلاک ہوچکے ہیں۔ اس وبا کا سب سے زیادہ اثر امریکہ پر پڑا ہے جہاں ۳۰/لاکھ سے زائد افراد متاثر ہوئے ہیں اور سوا لاکھ سے زیاہ اموات ہوچکی ہیں۔ (تاثیر ۸/جولائی ۲۰۲۰)

۱۶/جولائی تک پٹنہ لاک ڈاؤن

کورونا کے بڑھتے ہوئے قہر کو دیکھتے ہوئے ریاستی راجدھانی پٹنہ کے لئے ضلع انتظامیہ نے ۱۰/جولائی سے ۱۶/جولائی تک مکمل لاک ڈاؤن کا اعلان کیا ہے، پٹنہ کے ڈی ایم کمار روی نے یہ فیصلہ کورونا کے بڑھتے ہوئے وائرس کو دیکھتے ہوئے لیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ۱۰/جولائی سے ۱۶/جولائی تک پورے پٹنہ ضلع میں مکمل لاک ڈاؤن رہے گا۔ پٹنہ میں کورونا کے دھماکہ خیز صورت حال اختیار کرجانے کے سبب ضلع انتظامیہ کو یہ اہم فیصلہ لینا پڑا ہے۔ (فاروقی تنظیم ۹/جولائی ۲۰۲۰ء)

سی ایم ہاؤس میں کورونا کی دستک

وزیراعلیٰ نتیش کمار کی سرکاری رہائشگاہ میں کورونا نے دستک دے دی ہے، ان کی بھتیجی کورونا پوزیٹیو پائی گئی ہے، اس کے بعد محکمہ صحت کی جانب سے فوری طور پر وینٹیلیٹر سے لیس ایک عارضی اسپتال بنادیا گیا ہے، محکمہ صحت کی ہدایت پر پٹنہ میڈیکل کالج کے پرنسپل نے ۶/ڈاکٹر اور ۳/اے گریڈ کی نرس کو مامور کردیا ہے۔ وزیراعلیٰ کی بھتیجی کی کورونا رپورٹ پوزیٹو آنے کے بعد انہیں فوراً پٹنہ ایمس میں داخل کرایا گیا ہے، جہاں سینئر ڈاکٹروں کی نگہداشت میں رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ وزیراعلیٰ نتیش کی صحت کو لے کر محکمہ صحت پوری طرح سنجیدہ ہے۔ حالانکہ ویزراعلیٰ کی رہائشگاہ میں عارضی اسپتال بنانے کو لے کر اپوزیشن نے سوال اٹھائے ہیں۔ اطلاع کے مطابق سی ایم کی رہائش گاہ میں کورونا داخل ہونے کے بعد اسٹیٹ گیسٹ ہاؤس کو تیار کیا جارہا ہے۔ خبر یہ ہے کہ وزیراعلیٰ نتیش کمار کچھ دنوں میں ہی ایک انے مارگ چھوڑ کر اسٹیٹ گیسٹ ہاؤس میں شفٹ ہوسکتے ہیں۔ حکومت کے کام کاج پر یہیں سے نگرانی رکھیں گے۔ حالانکہ سی ایم ہاؤس نے ابھی تک اس کی تصدیق نہیں کی ہے (ہمارا سماج ۸/جولائی ۲۰۲۰ء)

کاشی۔ متھرا مندر تنازع: عرضی کی سماعت چار ہفتے ملتوی

کاشی متھرا مندر تنازع کے نپٹارے سے متعلق عرضی کی سماعت سپریم کورٹ میں چار ہفتے کے لئے ملتوی ہوگئی ہے۔ چیف جسٹس شرد اروند بوبڈے کی صدارت والی تین رکنی بنچ کے سامنے ہندو پجاریوں کی تنظیم وشو بھدر پجاری پروہت مہا سنگھ اور جمعیت علمائے ہند کی عرضی زیر سماعت تھی، لیکن اسے سرکولیشن نوٹس کے ذریعہ چار ہفتے کے لئے ملتوی کردیا گیا۔ وشو بھدر پجاری پروہت مہا سنگھ نے پوجا کے مقام (خصوصی التزام) ایکٹ ۱۹۹۱ء کی آئینی جواز کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا تھا۔

دعاء مغفرت کی درخواست

جامعہ رشید العلوم قصبہ چمپانگر بھاگلپور کے مہتمم اور حضرت مولانا اکرام علی صاحبؒ کے بڑے صاحبزادہ مولانا انعام الحق قاسمی کا مختصر علالت کے بعد بھاگلپور میں ۴/جولائی ۲۰۲۰ء کو صبح ۸/بجے انتقال ہوگیا۔ قصبہ کوپاگنج ضلع مؤ کے امام جمعہ وعیدین مولانا قاری محفوظ الرحمٰن صاحب بھی دنیا سے چل بسے، مدرسہ محبوبیہ چین پور بنگرہ ضلع مظفر پور کے مؤقر اور ہر دلعزیز اور سابق استاذ قاری محمد صفدر صاحب نے ۹/جولائی کو آٹھ بجے شب کولکاتا میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا، حاجی محمد آفاق صاحب نقیب امارت شرعیہ کٹہرہ ضلع بوکارو یکم/جولائی ۲۰۲۰ء کو چورانوے سال کی عمر میں طویل علالت کے بعد اس دار فانی سے رخصت فرما گئے اور ضلع مدھوبنی گھوگھرڈیہا بلاک کے تنظیم امارت کے فعال ومتحرک ذمہ دار حاجی الیاس صاحب بھی ۸/جولائی کو دنیا سے رخصت ہوگئے، ان تمام حضرات کے انتقال پر امارت شرعیہ کے ذمہ داروں اور کارکنان نے گہرے افسوس کا اظہار کیا ، اللہ مرحومین کی مغفرت فرمائے، پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ، قارئین سے بھی دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

عبادت گاہوں کے تحفظ کا قانون، خطرے میں

معصوم مراد آبادی

سپریم کورٹ نے حال ہی میں ایک ایسی عرضی سماعت کے لئے منظور کی ہے کہ اگر عدالت کا فیصلہ اس کے حق میں صادر ہوا تو ملک میں فرقہ واریت کا ایک نیا طوفان آجائے گا۔ ہر مسجد اور درگاہ کے نیچے ایک مندر تلاش کرنے والی سادھوؤں کی تنظیم نے سپریم کورٹ میں دائر کی گئی اپنی عرضی کے حق میں جو دلائل پیش کئے ہیں وہ انتہائی خطرناک ہیں اوران کا مقصد ملک میں فرقہ واریت کا ایک ایسا زہر پھیلانا ہے جس سے مسلمانوں کی کوئی عبادت گاہ محفوظ نہیں رہے گی۔ یہ عرضی دراصل ۱۹۹۱ء کے اس آرڈی نینس کو ختم کرنے کے لئے دائر کی گئی ہے جو عبادت گاہوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب ملک میں بابری مسجد کے خلاف انتہائی شر انگیز مہم چل رہی تھی تو اسی دوران نرسمہاراؤ سرکار نے ایک آرڈی نینس منظور کیا تھا جس کی رو سے ملک کی آزادی کے وقت جو عبادت گاہ جس حالت میں تھی، اس کی وہی حالت برقرار رہے گی اور اس میں تبدیلی کا حق کسی کو نہیں ہوگا۔ اس آرڈی نینس کے پاس ہونے کے بعد لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا تھا کہ اب مستقبل میں سنگھ پریوار کو بابری مسجد جیسا تنازعہ کھڑا کرنے کا موقع نہیں ملے گا اور تمام عبادت گاہیں شر پسندوں کے ناپاک عزائم سے محفوظ رہیں گی۔ لیکن اب سپریم کورٹ میں اس آرڈی نینس کو ہی چیلنج کر دیا گیا ہے اور عدالت جلد ہی اس معاملے پر سماعت کرنے والی ہے۔

واضح رہے کہ ملک کی سب سے بڑی عدالت نے جب سے بابری مسجد کی اراضی ہندو فریق کو پیش کی ہے، تب سے انتہا پسند تنظیموں کے حوصلے بلند ہوگئے ہیں اور اب انھوں نے گڑھے مردے اکھاڑنے کا فیصلہ کیا ہے۔ بابری مسجد کے معاملے میں اپنی غیر معمولی کامیابی سے تحریک پاکر اب فرقہ پرستوں نے دیگر مسجدوں پر بھی اپنے دعوے پیش کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ عبادت گاہوں سے متعلق قانون کو ختم کرنے کا اصل منشا ایودھیا کے بعد کاشی اور متھرا کی مسجدوں پر اپنا دعویٰ پیش کرنا ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ جس وقت ایودھیا میں بابری مسجد کے مقام پر رام مندر بنانے کی خطرناک تحریک شروع ہوئی تھی تو وشو ہندو پریشد کے ہاتھوں میں ایسی تین ہزار مسجدوں کی فہرست تھی جو ان کے خیال میں مندروں کو توڑ کر بنائی گئی ہیں۔ ان مسجدوں میں ایودھیا کی بابری مسجد، بنارس کی گیان واپی مسجد اور متھرا کی شاہی عیدگاہ سرفہرست تھیں۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں شلانیاس کی رپورٹنگ کے لئے ایودھیا گیا تھا تو وہاں وشو ہندو پریشد کے لوگ یہ نعرے لگاتے تھے کہ ''ایودھیا تو صرف جھانکی ہے، ابھی کاشی متھرا باقی ہے۔'' ظاہر ہے ان نعروں کا مقصد مسلمانوں کو نفسیاتی طور پر دباؤ میں لینا تھا تاکہ وہ دیگر مسجدوں کو بچانے کے لئے بابری مسجد پر اپنا دعویٰ چھوڑ دیں۔

مسلمانوں میں بعض لوگ اس وقت یہ کہا کرتے تھے کہ بابری مسجد پر مفاہمت کر کے باقی مسجدوں کو محفوظ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن دور اندیش لوگوں کا موقف اس وقت بھی یہی تھا کہ مسجدوں کو مندروں میں بدلنے کی تحریک ایک انتہائی خطرناک سازش کا حصہ ہے اور اس کا مقصد مسلمانوں کو زیر کر کے انھیں اس ملک میں دوسرے درجے کا شہری بنانا ہے۔ اب جب کہ عبادت گاہوں سے متعلق آرڈی نینس کو ملک کی سب سے بڑی عدالت میں چیلنج کیا گیا ہے تو یہ بات بخوبی سمجھ میں آرہی ہے۔ فرقہ پرست اور فسطائی جماعتوں کا اصل مقصد اس ملک سے مسلمانوں کے پاؤں اکھاڑنا یا انھیں اپنے اندر ضم کرنا ہے تاکہ وہ اس ملک کو ہندو راشٹر بنانے کا خواب پورا کرسکیں۔ ایودھیا میں پانچ سو سالہ قدیم بابری مسجد میں مورتیاں رکھنا ایک خطرناک حکمت عملی کا حصہ تھا جس میں انھیں پہلی کامیابی ۶/دسمبر ۱۹۹۲ء کو اس وقت ملی جب پولیس، انتظامیہ اور حکومت کی مدد سے دن کے اجالے میں بابری مسجد کو شہید کر دیا گیا۔ دوسری اور حتمی کامیابی فرقہ پرستوں کو گزشتہ سال نومبر میں ملی جب ملک کی سب سے بڑی عدالت نے بابری مسجد کے خلاف کئے گئے فرقہ پرستوں کے تمام جرائم پر مہر لگانے کے باوجود مسجد کی ملکیت کا فیصلہ ان ہی کے حق میں سنا دیا۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ عدالت کی طرف سے بابری مسجد کے انہدام کو ایک مجرمانہ سرگرمی قرار دینے کے باوجود ابھی تک اس کے کسی مجرم کو کوئی سزا نہیں ملی ہے اور وہ قانون کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہے ہیں۔ سی بی آئی کی عدالت میں ان دنوں لکھنؤ میں یہ ملزمان اپنے جو بیان درج کرا رہے ہیں، ان میں ان کی عیاری اور مکاری سب صاف نظر آرہی ہے۔

گذشتہ مہینہ ہندو پجاریوں کی تنظیم وشو بھدر پجاری پروہت مہا سنگھ نے سپریم کورٹ میں عرضی داخل کر کے عبادت گاہ (خصوصی انتظام) آرڈی نینس ۱۹۹۱ء کی قانونی حیثیت کو چیلنج کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''۱۸/ستمبر ۱۹۹۱ء کو پاس کیا گیا مرکزی قانون ہندوؤں کو ان لاتعداد مندروں سے محروم کرتا ہے جنھیں مسمار کر کے وہاں مسجدیں بنائی گئی ہیں۔ ہندوؤں کے پاس ان تاریخی عبادت گاہوں پر اپنی ملکیت ثابت کرنے کا حق ہونا چاہئے۔ اس حق کی راہ میں ۱۹۹۱ء میں پاس کیا گیا آرڈی نینس سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اس آرڈی نینس کے مطابق ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کو ملک کی آزادی کے وقت مذہبی مقامات کی جو حالت تھی اسے تبدیل نہیں کیا جاسکتا'' عرضی گزار پجاریوں نے کاشی وشوناتھ اور متھرا مندر کے معاملے میں قانونی عمل دوبارہ شروع کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ عرضی میں کہا گیا ہے کہ "اس آرڈی نینس کو کبھی چیلنج نہیں کیا گیا اور نہ ہی کسی عدالت نے قانونی طریقے سے اس پر غور کیا۔ ایودھیا تنازعہ پر اپنے فیصلے میں بھی سپریم کورٹ کی دستوری بینچ نے اس پر صرف تبصرہ کیا تھا۔"

بنارس کی گیان واپی مسجد اور متھرا کی شاہی عیدگاہ دونوں ایسی عبادت گاہیں ہیں جہاں بلا روک ٹوک نماز ہوتی رہی ہے۔ بنارس کی گیان واپی مسجد وشوناتھ مندر کے بغل میں ہے اور اسی طرح متھرا کی عیدگاہ شری کرشن جنم بھومی مندر سے متصل ہے۔ پچھلے دنوں بنارس کی گیان واپی مسجد کے معاملے کو الہ آباد ہائی کورٹ میں یہ کہتے ہوئے چیلنج کیا گیا تھا کہ ۱۶۶۴ء میں مغل بادشاہ اورنگزیب نے ایک مندر کو توڑ کر یہاں مسجد تعمیر کروائی تھی۔ اسی طرح متھرا کی شاہی عیدگاہ پر فرقہ پرستوں کا الزام ہے کہ اورنگزیب نے ۱۶۶۹ء میں ایک مندر کو تڑوا کر یہاں عیدگاہ اور مسجد تعمیر کروائی تھی۔ یہ تنازعہ انگریزوں کے دور میں عدالت پہنچا تھا لیکن اس پر ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مفاہمت ہوگئی تھی اور معاملہ رفع دفع ہوگیا تھا۔ تب سے وہاں باضابطہ نماز ادا کی جاتی رہی ہے۔ ۱۹۶۸ء میں ٹرسٹ اور عیدگاہ کمیٹی نے ایک سمجھوتہ کیا کہ تقریباً ۱۳ء۱۱ ایکڑ زمین جس پر عیدگاہ اور مسجد بنی ہے، اس پر عیدگاہ کمیٹی کو انتظام کا حق برقرار رہے گا۔ اس سے متصل زمین پر جہاں کبھی بدحال کیشو ناتھ مندر تھا وہاں اب شاندار شری کرشن جنم بھومی مندر ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ سادھوؤں کی اس پٹیشن کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا گیا، جس میں کہا گیا کہ اگر سپریم کورٹ نے اس عرضی کو قبول کیا تو اس سے ملک میں لاتعداد مسجدوں کے خلاف عرضیوں کا طوفان آجائے گا اور اس سے ملک میں فرقہ وارانہ منافرت اپنی انتہاء کو پہنچ جائے گی۔

واضح رہے کہ ایودھیا تنازعہ پر سپریم کورٹ کا فیصلہ آنے کے بعد ہی بعض انتہا پسند ہندو تنظیموں نے کاشی اور متھرا کا سوال اٹھایا تھا لیکن اس وقت آر ایس ایس کے سربراہ موہن بھاگوت نے کہا تھا کہ کاشی اور متھرا ان کے ایجنڈے میں نہیں ہیں۔ لیکن اب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ محض ایک فریب تھا اور اب سادھوؤں کی تنظیم نے سپریم کورٹ میں جو عرضی دائر کی ہے اس سے ظاہر ہے کہ سنگھ پریوار اس ملک میں ایک نیا وبال کھڑا کرنا چاہتا ہے۔ اس معاملے میں سادھوؤں کے بڑھے ہوئے حوصلوں کا ایک ہی سبب ہے کہ اب تک بابری مسجد کے مجرموں کو سزا نہیں ملی ہے۔ ان کے خلاف سی بی آئی عدالت کی کارروائی اتنی سست ہے کہ شاید ہی ان لوگوں کی زندگی میں اس کا کوئی فیصلہ آپائے۔ لال کرشن اڈوانی اور مرلی منوہر جوشی جیسے ملزمان عمر کے اس حصے میں ہیں کہ ان کی زندگی کا چراغ کبھی بھی گل ہوسکتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ بابری مسجد انہدام سازش کیس کی سماعت کی رفتار تیز کروائی جائے تاکہ مجرموں کو قرار واقعی سزا مل سکے اور دیگر سادھوؤں کو جواب کاشی اور متھرا کا راگ الاپ رہے ہیں، یہ احساس ہوسکے کہ اس ملک میں اب بھی قانون کی حکمرانی ہے اور یہاں جنگل راج نہیں ہے۔

بقیات

بقیہ کرونا اور ہمارا تعلیمی نظام

بیماری کی جو صورت حال ہے، اس میں تعلیمی اداروں کے کھلنے کے امکانات کم ہیں، جن صوبوں نے امتحان وغیرہ لینے کی بات کہی تھی وہ بھی، اس سے مُکر رہے ہیں، راجستھان نے اعلان کردہ امتحان کی ساری تاریخوں کو رد کر دیا ہے، دوسرے صوبے بھی اسی راہ پر گامزن ہیں، ایسے میں اس کا حل صرف یہ ہے کہ گارجین حضرات، گاؤں کے معلمین اور فکرمند حضرات اپنے اپنے علاقوں کی حالت کو سامنے رکھ کر طلبہ وطالبات کے لیے الگ سے کوئی نظام بنائیں جو مروجہ تعلیمی اداروں سے الگ تھلگ ہو، ان میں ان تمام ضابطوں کی رعایت کی جائے جو سرکار چاہتی ہے، تاکہ مرض سے بچا جاسکے اور تعلیمی نظام کی بحالی میں مدد بھی مل سکے۔

بقیہ چین کی توسیع پسند پالیسی

گلوان گھاٹی پر حملہ اس کی اسی توسیع پسندانہ پالیسی کا حصہ ہے، وہ لداخ، اروناچل پردیش اور سکم میں بھی آئے دن گھس پیٹھ کرتا رہتا ہے، سابق صدر جمہوریہ اور سائنس داں عبدالکلام نے کہا تھا کہ کمزوری کے ساتھ امن قائم نہیں ہوسکتا، طاقت ور ہونا قیام امن کے لیے پہلی شرط ہے، اور ہندوستان چاہے تو اپنی شرط پر قیام امن کے لیے سامنے والے کو مجبور کرسکتا ہے۔

بقیہ آہ! حضرت مولانا شفیق عالم پورنوی

لیکن جامعہ کی ۲۲/سالہ اور مدرسہ انوار العلوم کی ۳۱/سالہ زندگی میں جن طلبہ نے ان سے فیض پایا ہے، ان میں مصنف، محقق، مقرر اور مدرس کی جتنی بڑی تعداد نظر آرہی ہے، یقیناً ان سب کی علمی کاوشوں میں مولانا مرحوم کے استادانہ نقش کا عکس شامل ہے۔ یہ صحیح ہیکہ انہوں نے قلم کی سیاہی سے کاغذ کی سفید پیشانی پر رسمی کتاب کی یادگار نہیں چھوڑی، لیکن علم ودانش کی جو درسگاہ انہوں نے یادگار چھوڑی ہے، اس کا مقام کتابی نقوش سے سہ بالا ہے۔

اب مولاناؒ دنیا میں نہیں ہیں، لیکن ان کی خوبیوں کے نقوش ہم سب کے سامنے موجود ہیں، انکی تحریکی و تنظیمی خدمت، حسن اخلاق اور محبت، مضبوط قوت ارادی اور بڑوں کی اطاعت شعاری، مدارس کی آبیاری اور تعلیمی مراکز کی پُرکاری؛ یہ سب ان کی زندگی کے روشن پہلو ہیں۔ ہم سب جہاں دعاؤں اور دوسری نیکیوں کے ذریعہ جنت میں ان کے درجات کی ترقی کا ذریعہ بن سکتے ہیں وہیں ان کی ان خوبیوں کو عمل میں لاکر ان کی روح کو بہترین خراج عقیدت بھی پیش کر سکتے ہیں اور اپنی زندگی کو بھی روشن اور تابناک بنا سکتے ہیں۔ مولانا انسان تھے، فرشتہ نہیں۔ میں نہیں کہتا کہ ان میں کمزوریاں نہیں تھیں، لیکن خوبیوں کے اس انبار میں نظر خوبیوں پر ہی رہنی چاہئے، کمزوریوں پر نہیں اور یہی تو حکم پیغمبر (ﷺ) ہے کہ موت کے بعد صرف اور صرف انسان کی خوبیوں کا چرچا کرو۔

اللہ نے مولاناؒ کو ۱۰/اولاد عطا فرمائی ہے، ۷/لڑکے اور تین لڑکیاں، تین صاحبزادے عالم دین ہیں، ان میں ایک مولانا مشتاق عالم قاسمی تو دیوبند میں میرے ہمدرس رہے ہیں۔ سب خوشحال ہیں، اور بہت حد تک خاندانی روایات کو سنبھالے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا کرے اور ان کے لگائے ہوئے پودوں کو شجر طوبیٰ بنائے۔ (آمین)

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

سمری بختیار پور، بنما اٹہری، سلکھوا اور ستر کٹیا بلاک میں تنظیم امارت کے پنچایت ذمہ داران

ضلع سہرسہ کے جن بلاکوں میں تنظیم امارت شرعیہ کے پنچایت سطح کے ذمہ داروں کے انتخاب ہو چکا ہے، ان میں سے پچھلے شمارہ میں نوہٹہ بلاک کے پنچایت ذمہ داران کی فہرست دی گئی تھی، اس شمارہ میں سمری بختیار پور، سلکھوا، بنما اٹہری اور ستر کٹیا بلاک کے پنچایت ذمہ داران کی فہرست پیش کی جارہی ہے۔اس انتخاب کا مقصد تنظیم امارت شرعیہ کا استحکام اور امارت شرعیہ کے پیغام اور اس کے نظام کے اثرات کو ہر آبادی تک پہونچانے کی مضبوط کوشش ہے، ہر بلاک میں پنچایت کے ذمہ داران مضبوط عزم وحوصلہ کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے مستعد ہیں۔

سمری بختیار پور بلاک

نمبر شمار	اسمائے ذمہ داران	عہدہ	پنچایت	پتہ
۱	جناب محمد منظر عالم صاحب	صدر	بھٹونی	مقام وپوسٹ بھٹونی، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۲	جناب محمد مختار عالم صاحب	سکریٹری	بھٹونی	حمید پور، پوسٹ پہاڑ پور، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۳	جناب مفتی خالد مسعود صاحب	صدر	تریانواں	مقام وپوسٹ تریانواں، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۴	جناب محمد سلطان احمد صاحب	سکریٹری	تریانواں	مقام وپوسٹ تریانواں، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۵	جناب حافظ محمد رضوان صاحب	صدر	چکھارو	مقام وپوسٹ پہاڑ پور، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۶	جناب عبدالصمد صاحب	سکریٹری	چکھارو	مقام وپوسٹ پہاڑ پور، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۷	جناب وارث ظہیر اشرف صاحب	صدر	سمری	مقام مخدوم چک، پوسٹ سمری ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۸	جناب محمد موسیٰ صاحب	سکریٹری	سمری	سمتی پور، پوسٹ سمری، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۹	جناب حافظ محمد فیروز صاحب	صدر	نگر پنچایت	بستی وارڈ نمبر ۸، پوسٹ سمری بختیار پور، سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۱۰	جناب محمد افسر عالم صاحب	سکریٹری	نگر پنچایت	رانی باغ وارڈ نمبر ۷، پوسٹ سمری بختیار، سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۱۱	جناب پپو صاحب	صدر	نگر پنچایت	مقام وپوسٹ بختیار پور بازار ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۱۲	جناب محمد سہیل اشرف صاحب	سکریٹری	نگر پنچایت	مقام وپوسٹ بختیار پور بازار ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۱۳	جناب محمد منصور عالم صاحب	صدر	کھمھوٹی	مقام بدھوبن، پوسٹ کھمھوٹی، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۱۴	جناب ابوسعید صاحب	سکریٹری	کھمھوٹی	مقام وپوسٹ کھمھوٹی، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۱۵	جناب محمد عالمگیر صاحب	صدر	سرونجہ	مقام وپوسٹ سرونجہ، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۰۶
۱۶	جناب حاجی محمد نعیم صاحب	سکریٹری	سرونجہ	مقام چکمکا، پوسٹ سٹین آباد ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۰۶
۱۷	جناب محمد شہیم صاحب	صدر	کانٹھو	مقام کانٹھو، پوسٹ شنکر پور ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۰۶
۱۸	جناب محمد قاسم صاحب	سکریٹری	کانٹھو	مقام کانٹھو، پوسٹ شنکر پور ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۰۶

سلکھوا بلاک

نمبر شمار	اسمائے ذمہ داران	عہد	پنچایت	پتہ
۱	جناب مولانا محمد مشیر الدین صاحب	صدر	مبارکپور	مقام پورینی، پوسٹ گھوڑ دوڑ ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۲	جناب ابوالکلام صاحب	سکریٹری	مبارکپور	مقام گورگانواں، پوسٹ گھوڑ دوڑ ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۳	جناب ابوالعاص صاحب	صدر	ہرپوہ	مقام منگل ٹولہ، پوسٹ ہرپوہ، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۴	جناب مولانا محبوب عالم قاسمی	سکریٹری	ہرپوہ	مقام پھنساہا، پوسٹ گھوڑ دوڑ ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۵	جناب محمد شاہد عالم صاحب	صدر	سلکھوا بازار	مقام وپوسٹ سلکھوا، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۶	جناب محمد فخر عالم صاحب	سکریٹری	سلکھوا بازار	مقام پھنساہا، پوسٹ گھوڑ دوڑ ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷

بنما اٹہری بلاک

نمبر شمار	اسمائے ذمہ داران	عہدہ	پنچایت	پتہ
۱	ماسٹر اسرائیل صاحب	صدر	گھوڑ دوڑ	مقام وپوسٹ گھوڑ دوڑ، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۲	جناب یعقوب عالم صاحب	سکریٹری	گھوڑ دوڑ	مقام لچھمنیاں، پوسٹ پہاڑ پور، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۳	جناب امام ایوب عالم صاحب	صدر	سربیلہ	مقام کسمی، پوسٹ سربیلہ، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۴	جناب محمد مہتاب عالم صاحب	سکریٹری	سربیلہ	مقام وپوسٹ سربیلہ، ضلع سہرسہ ۔۸۵۲۱۲۷
۵	جناب داؤد صاحب (سرپنچ)	صدر	رسول پور	مقام وپوسٹ رسول پور، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۶	جناب معراج عالم صاحب	سکریٹری	رسول پور	مقام مڑلی، پوسٹ رسول پور، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۷	جناب مجنون حیدر علی قیس صاحب	صدر	سہوڑیہ	مقام سہوڑیہ، پوسٹ سگما، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۸	جناب حافظ جابر احمد صاحب	سکریٹری	سہوڑیہ	مقام ترہا، پوسٹ سگما، ضلع سہرسہ ۔۸۵۲۱۲۷
۹	جناب عبدالقیوم صاحب	صدر	جمال نگر	مقام لعل پور، پوسٹ جمال نگر، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۱۰	جناب ناہد صاحب	سکریٹری	جمال نگر	مقام وپوسٹ جمال نگر، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۱۱	جناب زبیر عالم صاحب	صدر	مہارس	مقام فقیرا چک، پوسٹ رسول پور ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۱۲	جناب عبدالودود صاحب	سکریٹری	مہارس	مقام خراسان، پوسٹ رسول پور، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۱۳	جناب عبدالمتین صاحب	صدر	اٹہری	مقام مخدوم پور، پوسٹ سربیلہ، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷
۱۴	جناب امانت حسین صاحب	سکریٹری	اٹہری	مقام افضل پور، پوسٹ سربیلہ ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۷

ستر کٹیا بلاک

نمبر شمار	اسمائے ذمہ داران	عہدہ	پنچایت	پتہ
۱	جناب عبدالصمد صاحب	صدر	بہرا	لوکہی، پوسٹ نندلالی، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۴
۲	قاری عبدالواحد صاحب	سکریٹری	بہرا	بسیا گھاٹ، پوسٹ بہرا، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۴
۳	جناب محمد رفیق صاحب	صدر	باڑا	مقام وپوسٹ باڑا، ضلع سہرسہ ۔۸۵۲۱۲۴
۴	جناب محمد عابد صاحب	سکریٹری	باڑا	مقام وپوسٹ باڑا، ضلع سہرسہ ۔۸۵۲۱۲۴
۵	جناب عبدالمعید صاحب	صدر	سیہول	مقام وپوسٹ سیہول، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۴
۶	جناب شمس الحق صاحب	سکریٹری	سیہول	مقام وپوسٹ سیہول، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۴
۷	جناب محمد بشیر صاحب	صدر	پٹوری	مقام پٹوری، پوسٹ پچگچھیا، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۴
۸	مولانا لقمان صاحب	سکریٹری	پٹوری	مقام سونبرسا، پوسٹ پچگچھیا، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۴
۹	جناب محمد ہارون صاحب	صدر	پجگچھیا	مقام وہوسٹ پچگچھیا، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۴
۱۰	جناب عبدالمجید صاحب	سکریٹری	پجگچھیا	مقام وہوسٹ پچگچھیا، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۴
۱۱	جناب محمد علاء الدین صاحب	صدر	اوکاہی	مقام وپوسٹ دورما، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۴
۱۲	جناب محمد نظیر صاحب	سکریٹری	اوکاہی	مقام وپوسٹ دورما، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۴
۱۳	حافظ الیاس صاحب	صدر	پوریکھ	مقام وپوسٹ پوریکھ، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۴
۱۴	جناب محمد محی الدین صاحب	سکریٹری	پوریکھ	مقام وپوسٹ پوریکھ، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۴
۱۵	جناب محمد سخاوت صاحب	صدر	برہ شیر	مقام وپوسٹ برہ شیر، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۴
۱۶	جناب محمد نظیر صاحب	سکریٹری	برہ شیر	مقام وپوسٹ برہ شیر، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۴
۱۷	جناب حاجی عبدالقدوس	صدر	شاہ پور	مقام بڑی شاہ پور، ضلع سہرسہ ۔۸۵۲۱۲۴
۱۸	جناب نور عالم صاحب	سکریٹری	شاہ پور	مقام سپٹیاہی، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۴
۱۹	جناب معین الدین صاحب	صدر	بھیلوا	مقام سکھاسن، پوسٹ آرن، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۴
۲۰	جناب ماسٹر جسیم الدین صاحب	سکریٹری	بھیلوا	مقام بھیلوا، پوسٹ آرن، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۴
۲۱	جناب نجم الہدیٰ صاحب	صدر	بشن پور	مقام بشن پور، پوسٹ آرن، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۴
۲۲	جناب محمد شمشیر عالم صاحب	سکریٹری	بشن پور	مقام وپوسٹ آرن، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۴
۲۳	جناب جہانگیر صاحب	صدر	ستر	مقام وپوسٹ ستر، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۴
۲۴	جناب عبدالغفار صاحب	سکریٹری	ستر	مقام وپوسٹ ستر، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۴
۲۵	جناب حاجی رحمت اللہ صاحب	صدر	بجلپور	مقام کٹیا، پوسٹ ستر، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۴
۲۶	جناب محمد خلافت حسن صاحب	سکریٹری	بجلپور	مقام وپوسٹ بجلپور، ضلع سہرسہ۔۸۵۲۱۲۴

شعبۂ تبلیغ میں بحالی کے لیے ہونے والا انٹرویو اگلی اطلاع تک کے لیے ملتوی

امارت شرعیہ کے شعبۂ تبلیغ و تنظیم میں بحالی کے لیے انٹرویو کی تاریخ ۱۲/تا ۱۴/جولائی ۲۰۲۰ء طے ہوئی تھی۔لیکن وبائی مرض کورونا کی رفتار میں کمی کے بجائے تیزی آجانے کی وجہ سے صوبے میں مختلف سطح پر لاک ڈاؤن کا سلسلہ پھر شروع ہوگیا ہے اور پٹنہ سمیت کئی اضلاع میں لاک ڈاؤن کر دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے انٹرویو کو اگلی اطلاع تک کے لیے ملتوی کر دیا گیا ہے۔درخواست دہندگان اطمینان رکھیں، ان شاء اللہ حالات میں بہتری آتے ہی انٹرویو کے لیے جو تاریخ طے پائے گی، اس سے امیدوار حضرات کو مطلع کر دیا جائے گا۔(دفتر تنظیم امارت شرعیہ)

رام نگر، ضلع مغربی چمپارن کے بلاک و پنچایت ذمہ داران کی میٹنگ

مورخہ ۹/جولائی ۲۰۲۰ء بروز جمعرات تنظیم امارت شرعیہ بلاک رام نگر، ضلع مغربی چمپارن کے بلاک و پنچایت ذمہ داران کی ایک مشاورتی میٹنگ منعقد ہوئی، میٹنگ کے انعقاد میں سرکاری ہدایات اور حفاظتی انتظامات کی مکمل پابندی رہی، میٹنگ کی صدارت صدر بلاک جناب مولانا محمد طیب حسن قاسمی نے کی، افتتاحی گفتگو میں بلاک کے سکریٹری جناب مولانا نفیس ذوالقرنین قاسمی صاحب نے میٹنگ کے انعقاد کے مقصد پر روشنی ڈالی اور کہا کہ حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم نے جن بلند مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے ہم سب کو خدمت کا موقع دیا ہے، ضرورت ہے کہ ہم میں سے ہر ذمہ دار اس کو ہر وقت یاد رکھے اور بلاک سے پنچایت اور پنچایت سے لے کر گاؤں تک اس تنظیم کی کڑی کو مضبوط اور فعال بنائے رکھنے کی فکر کرتا رہے۔اس میٹنگ میں پنچایت کے ذمہ داروں سے ان کی کارکردگی کا جائزہ لیا گیا اور موجودہ حالات میں امارت شرعیہ کی جو ہدایات ہیں ان پر عمل کو یقینی بنائے رکھنے کا عہد لیا گیا۔میٹنگ میں کئی اہم تجاویز منظور کی گئیں۔یہ میٹنگ ضلع مغربی چمپارن کے ضلع سکریٹری محترم جناب ایڈووکیٹ ذاکر بلیغ صاحب کی تحریک پر منعقد ہوئی۔موصوف ضلع میں تنظیم امارت کے استحکام کے لیے مسلسل فکرمند ہیں۔

Volume:60/70,Issue:26 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

ہزاروں برق گرے لاکھ آندھیاں اٹھیں
وہ پھول کِھل کے رہیں گے جو کھلنے والے ہیں
(ساحرلدھیانوی)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND

NAQUEEB *WEEKLY*

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

کویت میں غیرملکیوں کی تعداد محدود کرنے کا مجوزہ قانون

مولانا احمد حسین قاسمی معاون ناظم امارت شرعیہ

کورونا وائرس اور لاک ڈاؤن کی وجہ سے تقریباً تمام انسانی شعبے غیر معمولی طور پر متاثر ہوئے ہیں، اور عالمی سطح پر اس کے دوررس اثرات ظاہر ہورہے ہیں، خصوصیت کے ساتھ اقتصادی ومعاشی صورت حال حد درجہ ناگفتہ بہ اور ابتری کی شکار ہوئی، کارپوریٹ سیکٹر سے لے کر عوامی سطح تک اس کے ملے جلے اثرات مختلف ملکوں میں محسوس کیے جارہے ہیں، جس کے نتیجے میں کروڑوں مزدوروں کو کمپنیوں اور ملازمت کی جگہوں سے واپس وطن آنا پڑا سالہا سال پرانے امپلائز اور ملازمین کو اندرون ملک سے بیرون ملک تک خاصی تعداد میں مختلف سطح کی کمپنیوں نے کووڈ-19 اور لاک ڈاؤن کا بہانہ بناکر بے دریغ نکال دیا اور کروڑوں خاندان کی قسمت داؤ پر لگ گئی۔ان کی ایک بڑی تعداد تو واپس آکر اپنے گھروں میں محبوس ہے اور ایک تعداد ایسی بھی ہے، جو بیرون ملک مختلف خلیجی و دیگر ممالک میں بین الاقوامی سفر کی عام سہولت ہونے کا انتظار کررہی ہے، جوں ہی سفر کے لیے عام پروازیں شروع ہوں گی، ان تارکین وطن کا ہجوم آنے لگے گا۔اندرون ملک ہی اقتصادی صورت حال اس حد تک خراب ہوگئی ہے کہ کہنا مشکل ہے، جس پر سینٹر فار مانیٹرنگ انڈین اکانومی (CMIE) کے تازہ اعداد وشمار گواہ ہیں۔

کل سرکاری ملازمتیں، پرائیویٹ شعبہ جات کی تفصیل اور ان میں کام کرنے والے عملوں کی تعداد اور روزگار کے متلاشی کروڑوں نوجوانوں کی پریشان کن تصویریں جب نگاہوں کے سامنے آتی ہیں تو عقل کام کرنا بند کردیتی ہے، حواس مختل ہوجاتے ہیں اور جذبے سرد پڑ جاتے ہیں۔اور قریب قریب یہی صورت حال ورلڈ اکانومک فارم (WEF) کے سروے کی ہے، جب سے عالمی کساد بازاری کا سلسلہ شروع ہوا ہے، خارجی مزدوروں کی تعداد محدود کرنے پر تمام ترقی یافتہ وترقی پذیر ممالک نے غور وفکر کرنا شروع کردیا ہے اور بعض خلیجی ممالک کئی برسوں سے باضابطہ اس پر عمل پیرا بھی ہیں، اور کورونا وائرس جیسے عالمی وبائی مرض نے اس پر ان ممالک کو ایک طرح کا جواز فراہم کردیا ہے۔ذیل میں بی بی سی ہندی نے کویت کے حوالہ سے جو رپورٹ پیش کی ہے وہ انتہائی چشم کشا بھی ہے اور تشویش ناک بھی۔

کویت میں تارکینِ وطن سے متعلق ایک مجوزہ قانون نے مشرق وسطیٰ میں رہنے والے ہندوستانی افراد کو ایک بار پھر اس فکر میں مبتلا کردیا ہے جس سے دو برس قبل ہندوستانی انجینئر متاثر ہوئے تھے، اس وقت بھی قوانین میں تبدیلی کے سبب سینکڑوں ہندوستانی انجینئرز کو نوکری سے ہاتھ دھونے پڑے تھے۔

کورونا وائرس کی وبا کے سبب پیدا ہونے والے معاشی بحران سے نمٹنے کے لیے بہت سے ممالک نے اپنی معاشی پالیسیاں تبدیل کی ہیں اور کویت بھی ان ممالک کی فہرست میں شامل ہے، کویت ایک ایسی قانون سازی کرنے جا رہا ہے جس کے بعد غیرملکی ورکرز کی تعداد میں کمی کی جاسکے گی، تاکہ کویتی شہریوں کے لیے روزگار کے مواقع کم نہ پڑ جائیں۔عرب نیوز کے مطابق قومی اسمبلی کی قانون ساز کمیٹی نے ایک بل کے مسودے کی قانونی معقولیت کی منظوری دے دی ہے جس میں غیرملکی ورکرز کے لیے ایک کوٹہ مختص کیا گیا ہے، یہ مسودہ پانچ ارکان اسمبلی نے تیار کیا ہے، قانون میں تبدیل ہونے کے لیے اب اس بل کو دیگر کمیٹیوں سے بھی منظوری حاصل کرنی ہوگی۔

متعلقہ کمیٹیاں اس بل کا جائزہ لینے کے بعد اس پر اپنی رائے دیں گی۔اس بل کے مندرجات کے مطابق کویت میں سب سے زیادہ غیرملکی ورکرز ہندستان سے آئے ہوئے ہیں، اگر یہ بل منظوری کے بعد قانون کی شکل اختیار کر لیتا ہے تو پھر کویت کی کل آبادی کے ۱۵/فیصد آبادی سے زیادہ ہندوستانی باشندوں کو کویت میں رہنے کی اجازت نہیں ہوگی۔اس وقت کویت میں تقریباً ۱۰/لاکھ سے زائد ہندوستانی رہ رہے ہیں، اگر یہ نیا بل منظور ہوجاتا ہے تو پھر آٹھ لاکھ ہندوستانی تارکین وطن کو کویت سے کام چھوڑ کر واپس انڈیا جانا ہوگا۔کویت کی کل آبادی تقریباً ۴۵/لاکھ ہے جس میں سے کویتی نژاد باشندے محض ۱۳/لاکھ کے قریب ہی ہیں۔وہاں موجود تارکِ وطن آبادی میں مصر، فلپائن، پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا اور دیگر ممالک کے افراد کے مقابلے میں سب سے بڑی آبادی ہندوستانی شہریوں کی ہے۔

مسودے میں دیگر ملکوں سے آکر کویت میں کام کرنے والوں کی تعداد بھی کم کرنے کی بات کہی گئی ہے۔اس کے مطابق غیرملکی افراد کی تعداد ملک کی کل آبادی کے ۳۰/فیصد سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔کویت کی ایک کثیر القومی کمپنی میں کام کرنے والے ناصر محمد (فرضی نام) کو انجینئر ہونے کے باوجود مجبوری میں سپروائزر کے طور پر کام کرنا پڑ رہا ہے۔انھوں نے بتایا کہ ''یہاں رہنے والے ہندوستانی افراد فکر مند ہیں کہ اگر قانون بن گیا تو کیا ہوگا''

ناصر نے بتایا کہ ۲۰۱۸ء میں نئے کویتی قوانین کے دائرے سے باہر ہوجانے پر ہندوستان کے مقبول اداروں سے انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کرنے والے افراد کی نوکریاں بھی چلی گئی تھیں، وہ خود کو خوش قسمت مانتے ہیں کہ انھیں پرانی کمپنی میں نوکری جانے کے بعد نئی جگہ کام مل گیا۔ہندوستان کی سابق وزیر خارجہ سشما سواراج نے انجینئروں کے معاملے کو کویتی حکومت کے سامنے اٹھایا بھی تھا لیکن اس کا کوئی حل نہیں نکل سکا۔

محمد ناصر نے بتایا کہ ''حالات یہ ہیں کہ انجینئرنگ کی ڈگری یافتہ متعدد ہندوستانی کویت میں سپروائزر اور فورمین جیسے عہدوں اور ان کی تنخواہوں پر کام کررہے ہیں، جبکہ کام انھیں انجینئر والا کرنا پڑتا ہے۔''

ہندوستانی ریاست حیدرآباد سے تعلق رکھنے والے محمد الیاس کویت میں رہتے ہیں۔انھوں نے بتایا کہ تارکینِ وطن سے وابستہ قانون کی آہٹ ۲۰۰۸ء کی کساد بازاری کے دور سے بار بار سنائی دیتی رہی ہے۔یہ آہٹ ۲۰۱۶ء میں اور بھی تیز ہوئی تھی جب سعودی عرب نے ایک ایسا قانون نافذ کیا جس کا مقصد سرکاری محکموں اور مستقل عہدوں پر مقامی لوگوں کی نوکری کی شرح کو اوپر لے جانا تھا۔

گذشتہ برس ایک کویتی رکن پارلیمان خالد الصالح نے ایک بیان جاری کرکے حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ ''تارکین وطن کے طوفان کو روکا جانا چاہیے جنھوں نے نوکریوں اور حکومت کی جانب سے ملنے والی خدمات پر قبضہ کررکھا ہے۔''

ایک اور رکن پارلیمان صفا الہاشم نے چند برس قبل کہا تھا کہ ''تارکین وطن کو ایک برس تک ڈرائیونگ لائسنس نہ دینے اور ایک سے زیادہ کار رکھنے کی اجازت نہ دیے جانے کے لیے قانون لایا جانا چاہیے۔'' حالانکہ صفا الہاشم کے اس بیان کی کچھ حلقوں میں مذمت بھی ہوئی تھی۔کویت کی قومی اسمبلی میں ۵۰/رکن پارلیمان انتخابی عمل کے ذریعے آتے ہیں، حالانکہ وہاں فیصلہ لینے کا اختیار سلطنت کے امیروں کے پاس ہی ہے۔حال ہی میں جب نئے قانون کی بات چلی تو چند مقامی افراد نے اس کے خلاف بیان بھی دیے۔

انیسویں صدی کے آخر میں ۱۹۶۱ء تک برطانیہ کے زیرنگرانی رہنے والے ملک کویت میں ہندوستانی باشندوں کا جانا طویل عرصے سے جاری ہے، اس وقت وہاں تقریباً سبھی شعبوں میں ہندوستانی باشندے کام کرتے ہیں۔کویتی گھروں میں ڈرائیورز اور خانساموں سے لے کر گھریلو ملازموں تک کی تعداد تقریباً ساڑھے تین لاکھ ہے۔ماہرین کا یہ بھی خیال ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں جگہیں خالی ہونے پر انھیں بھرنا بھی آسان نہیں ہوگا۔

ریون ڈیسوزا کے مطابق غیرقانونی تارکینِ وطن کو واپس قبول نہ کرنے کی وجہ سے کویت میں کچھ حلقے ہندوستان سے ناراض ہیں۔ریون ڈیسوزا کا خاندان ۱۹۵۰ء کی دہائی میں ہندوستان سے کویت چلا گیا تھا۔ان کی پیدائش وہیں ہوئی۔ریون ڈیسوزا مقامی اخبار کویت ٹائمز کے ایڈیٹر ہیں، انھوں نے بی بی سی کو بتایا کہ ''فی الحال تارکین وطن سے متعلق مسودے کو محض قانونی معقولیت کی منظوری ملی ہے۔ابھی اسے کئی اور کمیٹیوں جیسے افرادی قوت کی کمیٹی اور دیگر مراحل سے گزرنا ہے، اس کے بعد ہی یہ بل کے طور پر منظوری کے لیے پیش ہوسکے گا اور اس کے بعد ہی اس کا قانون بننا ممکن ہے۔'' ریون ڈیسوزا اسے دوسرے نظریے سے بھی دیکھتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ کووڈ-19 سے پیدا ہونے والے بحران کے علاوہ کویت میں غیرقانونی طور پر رہنے والے لوگوں کو واپس ہندوستان لے جانے کے مقامی حکومت کے مطالبے کو ہندوستانی حکومت کی جانب سے نظر انداز کیا جاتا رہا ہے، جس کی وجہ سے بھی کویتی حکومت کے کچھ حلقوں میں ناراضی ہے، اور اب وہ کسی ایک ملک کے کارکنان پر انحصار نہیں کرنا چاہتے۔ (**بی بی سی ہندی کے لیے فیصل محمد علی کی رپورٹ**)

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
رابطہ اور واٹس اَپ نمبر Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔

Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔مزید مفید و دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ @imaratshariah کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)